جناب ایم اشرف ایم کی شاہکار کتب

شاہ فاروق حاکم مصر	ایم اشرف ایم اے	50/-
شاہ فیصل شہید	ایم اشرف ایم اے	50/-
ہٹلر کی حیات معاشقہ	ایم اشرف ایم اے	60/-
مہاراجہ رنجیت سنگھ اور ان کی عیاشیاں	ایم اشرف ایم اے	75/-
سکندر اعظم	ایم اشرف ایم اے	زیر طبع
ہٹلر کے آخری دس یوم	ایم اشرف ایم اے	زیر طبع

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور
فون
فون 224665

سکندرِ اعظمؒ

سکندرِ اعظم

از خامہ

ڈاکٹر ایم اشرف ایم۔اے

مکتبہ القریش اردو بازار ○ لاہور

فون: 7224665

98232

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر	اے ایچ قریشی
باہتمام	ایم اے قریشی
مطبع	F.A.S PRINTERS LAHORE
تعداد	600
سن اشاعت	1993
قیمت	90/- روپے

ورلڈ سٹائل کمپوزنگ پوائنٹ لاہور

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور

ISBN 969 - 38-0262-4

انتساب

عزیزم میجر چاند سفیان کے نام

حیات سکندر اعظم کے ماہ و سال

سکندر اعظم کی ولادت	356 قبل مسیح
بیوسی فالس پر سواری	344
جنگ کرونیا	338
سکندر اعظم کی تخت نشینی	336
تھیبز کی تباہی	335
جنگ گرینی کس	
جنگ شوش	333
صور کا محاصرہ اور تسخیر مصر	332
سکندریہ کا سنگ بنیاد	
گوگا میلہ / اربیلہ کی جنگ	331
پرسی پولس کی آتش زدگی	331
فلوٹس کی ہلاکت	330
سکندر اعظم کا باختر میں ورود	328-7
کوہ ہندو کش کا عبور	مئی 327
باجوڑ اور سوات کے معرکے	جون تا دسمبر 327
دریائے سندھ کا عبور	فروری 326
راجہ پورس سے جنگ	جولائی 326
بیاس Hyphasis سے جبری واپسی	ستمبر 326
معرکہ ملتان	جنوری 325
مکران کا سفر	اواخر اکتوبر 325
ہفا اسشن کی وفات	324
سکندر اعظم موت کی دہلیز پر	323

حرف اول

راقم کے نزدیک عالمی جرنیلوں میں سے قطع نظر مسلم جرنیلوں کے سکندر اعظم متولد' 356 ق-م سب سے بڑا جرنیل ہے- اس کے بعد نپولین اور بعد ازاں ہٹلر 1889ء تا 1945ء ہے- ہٹلر پر آپ مکتبہ القریش کی دو کتابیں ہٹلر کی حیات معاشقہ اور ہٹلر کے آخری دس یوم پڑھ چکے ہیں-

چند ہفتوں کے بعد نپولین کی حیات معاشقہ اور اس کے رزمی کارنامے انشاء اللہ آپ کے ہاتھ میں ہوں گے- عنقریب خوبصورت شاعر بائرن کی حیات معاشقہ آپ کے پاس ہو گی-

سکندر اور نپولین دونوں اس لئے اتنے بلند قامت جرنیل ہوئے ہیں کہ یہ موت سے بالکل بے باک تھے- سکندر اعظم کی موت سے بے باکی کا ذکر آپ ملتان کے قلعہ پر حملہ کے دوران پڑھیں گے- نپولین ایک دفعہ ایک پل کے قریب کھڑا تھا- اس کے قریب ایک سپاہی کھڑا تھا- بم کے گرنے کے خوف سے سپاہی گھبرا کر بھاگا بم سپاہی کے اوپر گرا اور نپولین صحیح سلامت کھڑا رہا-

سکندر اعظم پر لکھی گئی کتب میں اہم ترین کتاب فارسی نظم میں لکھی ہوئی " سکندر نامہ " ہے- جو سالہا سال درس نظامی میں شامل رہی- بعض لوگ کہتے ہیں کہ نظامی گنجوی کا سکندر نامہ ادق ہونے کے باعث نہیں پڑھایا جاتا کہ اساتذہ بھی نہیں سمجھ سکتے- ہمارے خیال کے مطابق درس نظامی کے معلمین کی شان میں یہ گستاخی ہے البتہ تلامذہ کے متعلق تامل کیا جا سکتا ہے-

ہم نے استاد نظامی کے منظوم کلام کا منظوم اردو ترجمہ پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے- بحر اردو نظم کی بھی وہی ہے جو نظامی کی فارسی نظم کی ہے-

ہماری کتاب مزید مفید تر ہو سکتی تھی اگر اس میں ایک شعر فارسی کا دوسرا اردو کا اور تیسرا مسلم جالندھری کا پنجابی کا شامل کیا جاتا لیکن مسلم کا ترجمہ مل نہ سکا اور

فارسی متن کمپوزر کے فہم سے ماورا ہے اس لئے مجھے پہلے پروف میں فارسی اور عربی عبارتوں کو حذف کرنا پڑا ہے۔

سکندر اعظم رزمیہ داستان ہے اس میں جوانوں کے لئے ذہنی غذا ہے اکثر مقامات پر جنگوں کا ذکر ملتا ہے لیکن بردع کی خوبصورت حکمران نوشابہ کے ذکر سے نیز سکندر اعظم کے اس کی زوجات کے ساتھ رومان کے ذکر سے دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ نوشابہ کی تفصیلات صفحہ 50 بعد ملاحظہ کیجئے۔ حکیم نظامی نے واقعات کی ترتیب فلپ کی وفات کے بعد یوں رکھی ہے:

"..... چون نیلقوس مرد بجای پدر بر تخت سلطنت یونان نشست و مصر و زنگبار لشکر کشید و با دارا پادشاہ ایران جنگ کرد و روشنک دختر دارا را بزنی گرفت و بجانب مغرب رفت و زیارت کعبہ کرد و ببردع و کوہ البرز سفر نمود ودژ در بند راگشود و قلعہ سریر و غار کیخسرو ورنے و خراسان و ہندوستان و چین و در کشور روس رفت و در کشور باروسیان ہفت جنگ بزرگ کرد و سرانجام غلبہ یافت آخر کار ظلمات رفت و چون از آن بیرون آمد بروم (یعنی یونان) بازگشت۔"

نظامی مولانا ابوالکلام آزاد کی رائے کے برعکس اسی سکندر کی نبوت کے قائل ہیں۔ طبری جو مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ مورخ بھی ہیں حکیم نظامی کے ہم رائے ہیں۔ اخبار الطوال کے مولف ابو حنیفہ دینوری کی عبارات سے بھی آپ اس کے موحد ہونے کا اندازہ کر سکیں گے۔ ہمیں افسوس ہے کہ عربی عبارات کو پہلی کتب کے حشر کے پیش نظر دوران تدوین ہی حذف کرنا پڑ گیا۔ اس کے باوجود ہمیں وثوق کامل ہے کہ سکندر اعظم اپنے قدو قامت کی بلندیوں کے باعث پہلی کتب سے انشاء اللہ مقبول تر اور مفید ثابت ہو گی۔ اس کی آئندہ اشاعت میں استاد نظامی کے متن کا ممکنہ حصہ اور روس کی جنگیں شامل کی جائیں گی۔ چین اور روس کی جنگیں علیحدہ کتاب کی صورت میں بھی آ سکتی ہیں اس وقت دو پراجیکٹ زیر تحریر ہونے کے باعث انہیں شامل کرنا ممکن نہ تھا۔

سکندر اعظم کے لئے پیش قدمی میں تامل ناقابل برداشت تھا جب مقدونیہ والوں نے دیکھا کہ یہاں واپسی نام کی کوئی شے نہیں ہے تو وہ تین دن کسی کے ساتھ نہ بولا بعد ازاں اسے خیال آیا کہ اگر واپسی ہی لابدی ہے تو کیوں نہ ایسا راستہ اپنایا جائے جو پہلے راستوں سے مختلف ہو چنانچہ اس نے اپنے امیر البحر نیارکس کو سمندر میں روانہ کیا اور خود مکران و بلوچستان (Gedrosia) کے نادیدہ راستے سے چل پڑا جہاں متعدد مصائب کا سامنا کرنا پڑا لیکن اس عزم و ثبات کے پتلے نے اپنا سفر مشکلات کے باوجود بابل تک جاری رکھا اور وہاں 32 برس کی عمر میں اس ہی زہریلے تیر کے باعث راہی ملک عدم ہوا جو ملتانیوں نے غصہ ٹھنڈا کرنے کے باعث اس کی پشت میں گھونپا تھا۔

11 سالہ جنگوں میں سکندر اعظم نے ایک مقام پر بھی شکست کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ سمتھ اشیسنٹ اینڈ ہندو و انڈیا حصہ اول کی 1921ء کی طباعت کے صفحہ 58 پر لکھتا ہے

:

"The name of Sikandar or Alexander is often on the lips of the people in the Panjab."

سمتھ باجوڑ اور سوات کے لوگوں کے متعلق لکھتا ہے کہ سکندر اعظم نے انہیں ایسا سبق دیا جو افغان مغل یا انگریز انہیں نہ دے سکے۔

334 ق۔ م میں سکندر اعظم نے مملکت ایران پر ہاتھ ڈالا جو دو سو برس سے وسیع ترین، قوی ترین اور متمول ترین سلطنت تھی۔ ایران کے مقابلے میں معمولی سی فوج ہونے کے باوجود اس کے ایران کو روبہ ادبار کرنے کے اسباب یہ تھے کہ اس کی فوج زیادہ منظم تھی وہ خود ہر زمانے کا سب سے بڑا سالار لشکر تھا تیسرا سبب اس کا اپنا حوصلہ تھا وہ گھڑ سوار دستے میں خود موجود ہوتا تھا۔ یہ امر اس کی ذات کے لئے بڑے خطرے کا باعث تھا اور اسی وجہ سے کئی جرنیل بگڑتے بھی تھے لیکن لشکر کے لئے یہ بڑی حوصلہ افزائی کا باعث تھا۔

ایشیائے کوچک میں ایرانی فوج کو شکست دینے کے بعد وہ شمالی شام کی جانب چلا گیا جہاں ایرانی جم غفیر کو سوس پر شکست دی۔ بعد ازاں صور کا محاصرہ کیا جس کا

محاصرہ اٹھانے کے لئے آدھی ایرانی سلطنت کی پیش کش کی گئی جو سکندر اعظم نے رد کر دی۔

اب سکندر اعظم غزہ کی جانب بڑھا جسے دو ماہ کے محاصرے کے بعد شکست دی۔ وہاں کے چوبیس سالہ شہزادے نے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ کچھ دیر مصر میں قیام کے بعد سکندر اعظم پھر ایشیا واپس آیا اور 331 ق۔ م میں ایران کو ارابیلا کے مقام پر مکمل شکست دی۔

باختر سے وہ ہندو کش کو عبور کر کے باجوڑ اور سوات کے معرکے سر کرتا ہوا فروری 326 میں دریائے سندھ کو شینکہ، غور غشی کے قریب سے عبور کر کے ٹیکسلا پہنچا۔ نفاق کے پتلے امبھی نے مہاراجہ پورس سے دشمنی کے باعث اس کی ہر قسم کی امداد کی۔

اسی سال جولائی میں پورس کو شکست دی لیکن پنجابیوں نے یونانیوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اس وجہ سے ستمبر 326 میں فوجوں میں بغاوت کی بو پا کر واپس ہونا پڑا۔ جنوری 325 قبل از مسیح میں ملتانیوں کو شکست دی۔ اکتوبر 325 کے اواخر میں مکران و بلوچستان کے راستے واپسی ہوئی۔

سکندر کی ولادت فلپ کے ہاں اولمپیاس کے بطن سے 356 ق۔ م جون کی 6 تاریخ کو ہوئی۔ یونانی اس مہینے کو Hecatombaeon کہتے ہیں۔ مشہور رومی مورخ پلوٹارک کی رائے کے مطابق وہ ہرکولیز کی نسل سے تھا۔ مذکورہ تاریخ کو فیلقوس یعنی فلپ نے ایک خوشخبری یہ سنی کہ اس کے مشہور جنرل پارمی نیو نے الیریا کے ایک معروف جرنیل کو شکست دی۔ دوسری خوشخبری سکندر کی ولادت کی تھی اور تیسرا مژدہ یہ تھا کہ اس کے گھوڑے کو اولمپک گیمز میں گھنٹی اور انعام ملا۔ نجومی نے فلپ کی خوشی میں مزید اضافہ کیا جب اس نے بتایا کہ یہ سعادت مند بیٹا ناقابل تسخیر ہو گا۔

یونانی لفظ فلپ کا معنی گھوڑوں کا شوقین ہے۔ "الیکسی" "امداد" کو کہتے ہیں اور الیگزینڈر کے معنی مددگار یا معاون کے ہیں۔

اس زمانے میں فلپ نے پیلاز کے معبد کو دوبارہ تعمیر کرایا تاکہ اپنے مایہ ناز سپوت کو ارسطو بن نقوماخس (Nicomachus) سے اچھی طرح تعلیم دلا سکے۔ پیلاز سکندر کے مولد مقدونیہ سے تیرہ میل کی مسافت پر تھا لیکن وہ اپنے سبک رفتار گھوڑے بیوسی فالس (Beauci Phalus) کی پشت پر تین منٹوں میں پہنچ جایا کرتا تھا۔ علم مثلث کا موجد بطلیموس اور نیارکس (جو بعد میں سکندر کا امیر البحر بنا اکٹھے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ارسطو نے سکندر کو فن حرب' طب یونانی' فلسفہ' منطق' ریاضی' نباتیات' حیوانیات ، علم ہندسہ' شعر و شاعری' تنقید' تاریخ' جغرافیہ' طبیعیات' کیمیا' مائعات اور کئی دیگر علوم سکھائے۔ بروایت ہیرولڈلیم ایک دفعہ رات کے بارہ بجے سکندر ہومر کی ایلیڈ Iliad لے کر ارسطو کے پاس پہنچا اس نے متعدد اسباق میں کئی مقامات پر نشانات لگا رکھے تھے جنہیں وہ استاد محترم سے سمجھنا چاہتا تھا۔ ارسطو نے وہ کتاب ایک رات کے لئے رکھ لی اور اگلے روز اس پر مطالب و حواشی درج کر کے اپنے تلمیذ عزیز کو واپس کر دی۔ سکندر اس محشی کتاب کو ہر وقت اپنے پاس رکھا کرتا تھا اور جب تک تلوار کے ساتھ تکیے کے نیچے اس کتاب کو نہ رکھ لیا کرتا تھا اسے نیند نہ آتی تھی۔

اس رات کو ارسطو نے سکندر کو مصنوعی بارش بھی برسا کر دکھائی تھی اس واقعہ کہ اب دو ہزار ساڑھے تین سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔

گلدستہ شجاعت حصہ اول میں مذکور ہے:

سکھائے سکندر کو وہ علم فن(1)
کہ تھا جن سے دانا وہ پیر کہن
ہوا اس کو ہر علم میں وہ کمال
کہ ہوتا کسی دوسرے کو محال
پس از علم حکمت بخوش آگہی
سکھائے اسے داب فرماندہی
غرض ایسی خوبی سے تعلیم کی
کم ایسی کسی کو میسر ہوئی
ہمیشہ وہ شہزادہ تیز ہوش
بجز علم دیتا نہیں وہ بگوش

نظامی نے ارسطو کو سکندر کا ہم درس بھی اور استاد بھی بتایا ہے:

ارسطو تھا ہمدرس اسکندری(2)
کمر بستہ ہر دم بخدمت گری
پدر سے جو تعلیم پاتا تھا وہ
سکندر کو بھی سب سکھاتا تھا وہ
معلم نے جانا برائے بلند
کہ ہو گا یہ فرزند اقبال مند

---

(1) سکندر نامہ بری منظوم اردو ص: 25

(2) ایضاً'' ص 25 بعد

تو تعلیم بھی اس کی کی بیشتر
کہ تا گنج دولت سے ہو بہرہ ور
کہا شاہزادے سے استاد(1) نے
کہ سونپا ارسطو کو میں نے ترے
جو اقبال تیرا ترقی کرے
قدم تخت شاہی پہ جب تو دھرے
گراوے زمین پر سراہل کیں
جہان کو کرے زیر مہر نگین
بہ آفاق کشور کشائی کرے
جہان در جہان بادشاہی کرے
تو کریاد اس درس تعلیم کو
پرستش نہ کر تو زر و سیم کو
ارسطو سے لینا نہ آنکھوں کو پھیر
نہ کرنا مرے حق خدمت کو زیر

سکندر ارسطو کا بہت احترام کیا کرتا تھا۔

(2)"Alexander did reverence Aristotle at the first as his father, and so he termed him : because from his natural father he had life, but from him the knowledge to live."

ابو حنیفہ الدینوری نے اپنی تاریخ اخبار الطوال میں تاریخی کی بجائے افسانوی انداز سے ارسطو اور سکندر کا تعارف کرایا ہے:

اس زمانے میں سرزمین روم میں بقیہ صالحین میں سے ایک صالح شخص موجود

---

(1) سکندر نامہ بری، ص: 26

(2) Plutarch's : Life of Alexander, P : 8

تھا۔ وہ دانش مند فلسفی ارسطاطالیس کے نام سے موسوم تھا۔ جو خدا کی وحدانیت کا قائل تھا۔ اس کی ذات پر ایمان رکھتا تھا اور کسی بھی شے کو خدا کا شریک اور سہیم نہ مانتا تھا۔

"حکیم فیلسوف، یسمی (ارسطاطالیس)(1) یوحد اللہ ویومن بہ' ولا یشرک بہ شیاء"

وہ سرزمین روم کے دور دراز اقطاع سے روانہ ہو کر شہر سکندر میں جا پہنچا اور سکندر سے ملاقات کی۔ اس وقت سکندر کے پاس ماہرین جنگ اور روسائے سلطنت موجود تھے۔ وہ سکندر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ نہ خوفزدہ تھا نہ مرعوب۔ پھر سکندر سے کہا:

> "اے سرکش و مغرور شخص کیا تجھے اپنے خدا کا خوف نہیں ہے جس نے تیری تخلیق کی' تجھے سنوارا اور نعمتوں سے نوازا۔ تو ان سرکشوں سے عبرت حاصل نہیں کرتا جو تجھ سے قبل ہو گزرے ہیں! جب ان سرکشوں کی شکر گزاری کم اور سرکشی زیادہ ہو گئی تو خدا نے انہیں مٹا کر رکھ دیا۔"

جب سکندر نے یہ گفتگو سنی تو سیخ پا ہو گیا اور فلسفی کو گرفتار کرا کر جیل میں بھجوا دیا۔ جلد ہی دل میں فلسفی کی بات پر غور کیا تو اسے احساس ہوا کہ خدا کو شیخ کی گفتگو کے ذریعے اس کی خیر خواہی مقصود تھی۔ چنانچہ شیخ کے لئے اس کے قلب میں احترام کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ شیخ کو خلوت میں بلایا اور اس کی باتیں گوش نیوش سے سنیں۔ اس کے نصائح' امثلہ اور عبرت آموز کلمات کو توجہ سے سنا اور سمجھ لیا کہ وہ جو کچھ کہتا ہے بالکل درست ہے۔ اسے یہ بھی علم ہو گیا کہ ماسوی اللہ ہر معبود باطل ہے۔ اس کا عقیدہ بدل گیا۔ حق کا اقرار کیا ایمان درست ہو گیا چنانچہ اس حق پرست کو کہا:

"میں التماس کرتا ہوں کہ آپ ہمیشہ میرے پاس رہیں۔ میں آپ کے علم سے مستفیض ہوں گا۔ آپ کی دانش و معرفت سے اکتساب نور کروں گا۔"

---

(1) ابو حنیفہ الدینوری: الاخبار الطوال' ص: 30

شیخ نے کہا: "اگر تم یہی چاہتے ہو تو اپنے ماتحتوں پر ظلم ڈھانے سے باز آ جاؤ اور گناہ کے ارتکاب سے اجتناب کرو۔"

سکندر نے یہ بات مان لی اور وعدہ کر لیا۔ بعد ازاں اپنے اعیان سلطنت کو اور عمائدین فوج کو اکٹھا کر کے کہا:

> "جان لو کہ ہم آج تک بت پوجتے رہے ہیں حالانکہ وہ ہمیں نہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ اب میں تمہیں حکم دیتا ہوں میرے حکم کو رد نہ کرنا۔ میں نے تمہارے لئے وہی کچھ پسند کیا ہے جو اپنی ذات کی خاطر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ فقط ایک ذات خدا کی پرستش کریں اس کا کوئی سہیم نہیں۔ خدا کے سوا ہم جن اصنام کی عبادت کرتے ہیں ان سے کنارہ کش ہو جائیں۔
>
> حاضرین نے بیک آواز میں کہا: **قد قبلنا قولک و علمنا انما ماقلت الحق، و آمنا بالھک والھنا۔**
>
> "ہمیں آپ کا ارشاد قبول ہے ہم جانتے ہیں کہ آپ درست فرما رہے ہیں ہم آپ کے اور اپنے معبود پر ایمان لائے۔"

بہ نرمی تھا مجلس میں کرتا کلام
عقیلوں سے خلوت میں تھا التیام
مروت میں ایسا وہ بے مثل تھا
نہ ہو گا کوئی پھر نہ ایسا ہوا
نہ تھی ظلم و بیداد پر اس کی رائے
نہ رکھا کبھی عدل سے بڑھ کے پائے
نہ لیتا کبھی تاجروں سے وہ باج
نہ رکھتا کبھی شہریوں پر خراج

---

(1) سکندر نامہ بری منظوم اردو، ص: 29 بعد

کیا ملک آباد احسان کے ساتھ
نہ کھولا ستم کا کہیں اس نے ہاتھ
گیا ہر طرف عدل کا اس کے نام
ہوئی مصر و حبشہ میں زینت تمام
کشادہ تھے ہاتھ اس کے مثل درخش
ہوا تیغ زن یکدگر تاج بخش
سکندر بتدبیر دانا وزیر
ہوا چند مدت میں آفاق گیر
وزیرو چین شہریار چناں
جہان چوں نگیرد قرار چناں

جیسا وزیر ہے ارسطو ایسا ہی حکمران یعنی سکندر ہے دریں صورت جہاں میں امن و چین کیوں نہ ہو۔

سلاطین کے دنیا میں جملہ امور(۱)
وزیروں سے پاتے ہیں نیکو ظہور
ملک شاہ محمود و نوشیرواں
ہوے اس لئے نام نامی شہاں
پذیرائے پند وزیراں ہوئے
شہ ہند و توران و ایران ہوئے

جب فلپ نے بازنطینیوں پر حملہ کیا تو سکندر کی عمر 16 برس تھی۔ فلپ روانگی پر مقدونیہ کا زمام اقتدار سکندر کو سونپ گیا تھا۔ نیز شاہی انگوٹھی بھی اس کے حوالے کر گیا تھا۔ اس زمانہ میں اہل میدیا (Medaeians) نے بغاوت کی تو ان کے شہر پر حملہ کر کے انہیں زیر نگیں کیا۔

---

(1) سکندر نامہ بری، ص : 30

سکندر کو شہر بسانے کا بہت شوق تھا اسی زمانہ میں اس نے الیگزینڈ روپولس (Alexandaropolis) آباد کیا جسے آج کل اسکندریہ کہا جاتا ہے۔ اس شہر میں مصریوں کے علاوہ دیگر مقامات کے لوگ بھی آباد ہوئے۔ یہ مرکزی شہر علوم و فنون کا مرکز تھا اور یہیں اقلیدس نے اپنی درسگاہ کھولی تھی۔ جس میں مختلف علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی تھی۔

ایک روز سکندر اعظم تخت شاہی پر جلوہ افروز تھا۔

غلامان گل چہرہ و سیم بر
کھڑے با ادب جملہ بستہ کمر
کہ ناگاہ پہنچی صدا دور سے
کہ فریاد ہے ظلم مخطور سے
خبردار نے دی خبر شاہ کو
کہ بعضے ستم دیدہ انصاف جو
ہوئے مصر سے ہیں ادھر رہ نورد
پراگندہ خاطر ہیں ازبس وہ مرد
وہ کرتے ہیں اظہار ایسی خبر
کہ جس سے ہوئے ہیں وہ خستہ جگر
کہ پہنچے ہیں اتنے سیاہان زنگ
ہوئی ہے گزرگاہ صحرا کی تنگ
سواد جہاں کو کیا ہے خراب
کسی کو نہیں ہے ان سے لڑنے کی تاب
کلونجی کے مانند ہیں روسیاہ
وہ کثرت میں ہیں اپنی بیش از گیاہ

---

(1) سکندر نامہ بری' ص: 31

نہیں ان کے چہرے پہ ریش و بروت
بصورت ہیں انساں **بسیرت** ہیں بھوت
نہیں شرم و غیرت سے کچھ ان کو کام
نہ صلح و محبت سے ان کا کلام
وہ مردم کش آدمی خوار ہیں
رعایائے مصر ان سے بیزار ہیں
کرے ان کی امداد اگر شہریار
تو بہتر نہیں تو لٹا وہ دیار
رہے پھر نہ افرنجہ و مصر و روم
کریں گے وہ تاراج ہر مرز و بوم

یہ لوگ کوؤں کی طرح سیاہ تھے۔ بدن عریاں، پاؤں ننگے، دلدلے جنگلوں میں سرگرداں تھے۔ اثمار ان کی خوراک تھے۔ اگر قحط سالی اور خشکی کا دور دورہ ہوتا تو ایک دوسرے کو چبا جاتے تھے۔ ایک روز علی الصبح سکندر اعظم نے اپنے مصاحب طوطیا نوش کو سالار زنگ کے پاس روانہ کیا اور اسے کہا کہ زنگیوں کے سالار کو تیغ سکندری دکھا کر مار بھگاؤ۔ طوطیا نوش نے جا کر شہ **زنگیاں** کو اپنے آقا کا پیام سنایا۔

شہ زنگ نے جب سنا یہ سخن
تو آیا غضب میں چو مار کہن
دماغ اس کا گرمی سے آیا بجوش
کیا رعد ساں اس نے اس دم خروش
کیا حکم جلاد پرجوش کو
کرے قتل تا طوطیا نوش کو
بہ تعمیل حکم شہ **زنگیاں**

---

(1) سکندر نامہ بری، ص: 35

کیا قتل اس بیگنہ کو وہاں
سر طوطیا نوش کو کاٹ کر
وہ لایا جبھی طشت زریں میں دھر
کیا روبرو شاہ کے ایک بار
ہوا شاد دل ظالم نا بکار
غضبناک ہو جلد تر وہ شقی
گیا مثل پانی کے خون اس کا پی
جو تھے طوطیا نوش کے ہمرکاب
ہوئے دیکھ یہ حال چشم پر آب

سکندر اعظم سے شکایت کی گئی۔ شاہ کو بہت صدمہ ہوا لیکن چند روز صبر و تحمل سے کام لیا۔ ایک روز طلوع آفتاب کے وقت نقارہ نوبت بجایا گیا اور صف آرائی کی گئی۔

مقابل جو لشکر بہ لشکر ہوا(1)
تو نکلے جوانمرد بہر وغا
ہوئے گردنان یک دگر تیغ زن
دکھائے شجاعت کے ہر اک نے فن
غرض ہو گیا زنگ رومی پہ چیر
کہ ہو گوربر شیر جیسے دلیر
خرابی ہوئی زنگ سے روم پر
ہوئے نعرہ زن بوم ہر بوم پر
اسی وقت سے روم تھے ترسناک
ہوا طوطیا نوش جسدم ہلاک

---

(1) ایضاً'' ص : 36

کیا زنگ نے خون کو اس کے **بجلم**
کیا نوش خامی سے وہ خون خام
دکھائی جو زنگی نے یہ چابکی
ہوئی رومیوں کو زبس بیدلی

سکندر بھانپ گیا کہ یونانی حبشیوں سے خوفزدہ ہو گئے ہیں اس نے اپنے خردمند وزیر کو بلا کر کہا:

کہ بے دل ہوئی ہے مری سب سپاہ
ہوا دل نشین خوف زنگ سیاہ
نہیں ہے مگر فوج سے کارزار
کرے جنگ کیا ایک تنہا سوار
پیا طوطیاخوش کا جب سے خون
شہ زنگ نے ہو گئے سب زبون
کرے جو کوئی رسم خوف آشکار
لہو ترسنا کوں سے پھر کوئی کار

اگر میری فوج بیدل ہو گئی تو اس طرح کام نہ چل سکے گا۔ دشمن چیرہ دستی کا مظاہرہ کریں گے جو اس قلمرو کے زوال کا باعث بنے گا۔ اے میرے وزیر باتدبیر میں کونسا طریق کار عمل میں لاؤں جس سے زنگیوں کے لشکر کو ہزیمت کا سامنا ہو۔

جہاں دیدہ دستور روشن نفس(1)
ہوا رائے سے اس کا فریاد رس
جہاں داور و آفرنیش پناہ
رہے تیرا یاور بہر رزمگاہ

---

(1): سکندر نامہ بری، ص: 36

کرے جس طرف اپنی ہمت بلند
بحول خدا ہو تو فیروز مند

یہ زنگی آدمی تو کیا دیووں کو کھا جاتے ہیں:

ڈریں ان سے رومی تو کیا ہے بعید
کہ رومی ہیں پاکیزہ وہ رو پلید
جو ہوتا ہے قاتل کا ڈر بے قیاس
تو مردم خوروں سے نہ ہو کیوں ہراس

اس کے ساتھ ہی عقلمند وزیر نے یہ بھی کہا:

جو ہوں ایسے لوگوں سے ہم صلح خواہ
تو جانیں گے وہ ڈر گیا ہم سے شاہ
اگر جنگ سے دست بردار ہوں
تو وہ لوٹ پریان کی طیار ہوں

سکندر کے فہم و فراست اور جوانمردی کے باعث فلپ جامے میں پھولا نہ سماتا تھا مگر خانگی جھگڑوں نے بیٹے سے باپ کی ساری محبت خاک میں ملا دی۔ فلپ کی نئی شادیوں پر جو فساد ہوئے انہوں نے طول کھینچا بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ عورتوں کے کمروں سے جو جھگڑے اور فسادات چھڑے تو ملک کے کونے کونے تک ان کا اثر پھیل گیا اور باپ بیٹے کی باہمی کشیدگی کو اولم پیاس کی تیز مزاجی نے اور زیادہ بڑھا دیا۔ یہ خاتون بدرجہ غایت حاسد اور کینہ پرور تھی اور اس کی شرانگیزی نے سکندر کو فلپ کی طرف سے بیزار اور بدظن کر دیا۔ اس بیزاری کو سب سے زیادہ ذیل کے واقعے نے ہوا دی۔ قلوپطرہ نامی ایک کم سن عورت تھی جس پر فریفتہ ہو کر فلپ نے اسے رشتہ ازدواج میں منسلک کر لیا تھا۔ جشن عروسی کے موقعہ پر دلہن کے چچا نے شراب پیتے وقت اہل مقدونیہ کو کہا:

"صاحبو! دعا کرو کہ میری بھتیجی سے تمہارے ملک کا حقیقی وارث پیدا ہو۔"

یہ الفاظ سن کر جوان اور جذباتی سکندر کو اس قدر طیش آیا کہ اس نے پیالہ اس کے سر پر کھینچ کے مارا اور کہا:

"بدمعاش تو مجھے حرامزادہ سمجھتا ہے؟"

اس پر فلپ خود اپنے مسر کی حمایت کے لئے اٹھا اور سکندر کو مارنے دوڑا مگر اس کا پاؤں نشے یا غصے میں پھسل گیا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ تب سکندر نے ان الفاظ میں اس کو ملامت کی "دیکھنا' یہی وہ شخص ہے کہ یورپ سے نکل کر ایشیا فتح کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے لیکن دو قدم چلنے پر ٹھوکر کھا کر گر پڑتا ہے۔"

پھر وہ اور اولم پیاس فلپ کے پاس نہ ٹھہرے۔ اس نے امی کو تو اپیروس میں لے جا کر رکھا اور خود الیریا چلا گیا۔ چند یوم کے بعد کورنتھ کا دمارا طوس ان کے مکان پر آیا۔ اس شخص سے ان کے خاندانی مراسم بہت قدیم سے تھے اور وہ سب گھر والوں سے نہایت بے تکلف تھا اور کوئی اس کی صاف گوئی کا برا نہ مانتا تھا۔ فلپ سے صاحب سلامت اور معانقے کے بعد اس سے یونانیوں کے بارے میں دریافت کرنے لگا کہ آج کل تو ان میں نفاق و شقاق نہیں ہے۔ دمارا طوس نے کہا تم نے خود اپنے گھرانے کو طرح طرح کی مصیبت اور جھگڑوں میں پھنسا رکھا ہے دوسروں کا حال کس منہ سے پوچھتے ہو؟"

اس نے یہ چٹکی کچھ ایسی بر محل لی تھی کہ فلپ پر بہت اثر ہوا۔ اسی وقت اپنے نور چشم کو واپس بلوایا اور دمارا طوس کو بیچ میں ڈال کر آخر اس کو آ جانے پر رضا مند کر لیا لیکن یہ مصالحت بھی زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہی کیونکہ جب کاریہ کے والی پکودورس نے ارسطا کرطوس کو اس غرض سے بھیجا کہ اپنی بڑی بیٹی کی منگنی فلپ کے دوسرے بیٹے اریدیس کے ساتھ کر دے تو سکندر کی ماں اور اس کے ظاہری دوستوں نے سوچا کہ اگر سکندر کا رشتہ یہاں ہو جائے تو وقت پڑنے پر وہ بہت کام آئے گا' اسی

98232

خیال سے انہوں نے سکندر کے کان بھرنے شروع کر دیئے اور جھوٹی باتیں گھڑ گھڑ کے اس کے دل نشیں کر دیا کہ فلپ ایک ممتاز گھرانے میں اریدیس کی منگنی اور دھوم دھام سے شادی اس لئے کرنی چاہتا ہے کہ مستقبل میں اس کی ولی عہدی کا اعلان کر دے اور اسی کو اپنا وارث قرار دے۔ اس خیال سے سکندر ایسا گھبرایا کہ اس نے تھے لیس (Thales) مرثیہ گو کو کاریہ روانہ کیا کہ اری دیس کی حماقت اور کم سنی کا حال سنائے اور اسے بجائے اری دیس کے خود سکندر کو اپنا داماد بنانے پر رضا مند کرے۔ یہ تجویز پکو دورس کو تو پہلے سے کہیں زیادہ پسند ہونی چاہیے تھی مگر جب فلپ کو اس گفت و شنید کی اطلاع ہوئی تو وہ سکندر کے ایک ہم جولی عزیز دوست فلوطاس کو ساتھ لئے اس کے کمرے میں گیا اور اس نازیبا حرکت پر اسے بہت سخت ست کہا کہ میرا ولی عہد اور اتنی وسیع سلطنت کا وارث ہو کر تجھے غیرت نہ آئی کہ شادی کی درخواست کاریہ کے ایک ایسے ذلیل شخص کے ہاں کرتا ہے جو ایک ملچھ بادشاہ کا غلام ہے۔ اس نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ غصے میں کورنتھ والوں کو لکھا کہ تھے لیز کو پابہ زنجیر کر کے میرے پاس بھیجو۔ نیز پرپالوس اور نیارکس (جو سکندر کا امیرالبحر بنا) وغیرہ سکندر کے بہت سے دوستوں کو بھی جلاوطن کرا دیا۔ جنہیں سکندر نے سریر آرائے سلطنت ہونے پر بعد بہ احترام واپس بلا کر اعزاز و مناصب سے سرفراز کیا۔

اس واقعے کو زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ایک شخص پا سے نیس (Pausanias) نامی کے ساتھ اتالوس اور قلوپطرہ کے اشارے سے سخت بدسلوکی عمل میں آئی اور جب اس ظلم کی داد فلپ (Philip) کے ہاتھوں پانے سے وہ مایوس ہو گیا تو اس کے ساتھ دشمنی پر کمر باندھی اور ایک دن موقع پا کر اسے قتل کر دیا۔

اس قتل کا الزام زیادہ تر اولم پیاس کے سر تھوپا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے نوجوان پا سے نیس کو انتقام پر ابھارا اور غصہ دلا دلا کر یہ کام کرایا' علاوہ ازیں خود سکندر کی طرف سے بھی لوگوں کو تھوڑا بہت شبہ ہے۔ مشہور ہے کہ جب پا سے نیس اس کے پاس اپنی داد رسی کے لئے آیا تو اس نے یوری پڈیز کے ڈراما میدیا (Medea)

کا یہ مصرع پڑھا:

"اس شوہر پر اور باوا پر اور دلہن پر"

بہر کیف اتنا تو اس نے ضرور کہا کہ قتل کی سازش میں جن لوگوں کا ہاتھ تھا انہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر سنگین سزائیں دیں اور ماں سے سخت ناراض ہوا کہ اس نے اس کی عدم موجودگی میں قلوپطرہ کے ساتھ نہایت وحشیانہ سلوک کیا تھا۔

سکندر اپنے والد کی وفات کے وقت بیس برس کا تھا جب اس نے مقدونیہ کا تاج و تخت سنبھالا تو اپنی قلمرو کو خطرات سے گھرا ہوا پایا۔ یونان کی ستر بہتر ریاستیں ہر وقت دوسری ریاست کے خلاف برسرپیکار رہا کرتی تھیں ان کا اتفاق صرف ایک موقع پر ہوا تھا وہ موقع مینی لاؤس کی زوجہ کے ایشیائے کوچک کے شہزادے پیرس کے اغوا کے وقت ہوا تھا جب تمام ریاستوں نے اپنی استطاعت کے مطابق ٹرائے والوں کے خلاف ایگا میمنن کی سربراہی میں حصہ لیا تھا۔

سکندر کے زمام اقتدار سنبھالنے پر سب سے پہلے جس ریاست نے بغاوت کی وہ تھی بیز کی ریاست تھی۔ اس ریاست میں ایک شعلہ بیان خطیب تھا جس کا نام ڈیموس تھی نیز (Demosthenes) تھا۔ سسرو کے بعد اتنا بڑا خطیب کوئی نہیں ہوا تھا۔ اس شخص نے اپنے زمانے کے عمر رسیدہ خطیب آئی سوکریٹیس کو پانچ سال کی ٹیوشن فیس پیشگی ادا کر کے عرضداشت کی تھی کہ آپ اس عرصہ دیگر کسی شخص کو خطابت کا فن نہ سکھائیں۔ ڈے مو تھی نیز خود بھی بڑی محنت کرتا تھا۔ اس نے اپنے گھر میں ایک تہہ خانہ بنا رکھا تھا جس میں مسلسل تین چار ماہ کا عرصہ گزارتا اپنے سامنے قد آدم آئینہ لٹکا کر کئی کئی گھنٹے تقریر کی مشق کرتا رہتا تھا۔

جب باہر نکلتا تو منہ میں سنگریزے ڈال کر پہاڑیوں پر ساحل سمندر کے قریب چڑھتے ہوئے اونچی آواز میں ڈرامہ کے موجد ایسکائی لس اور دیگر شہرہ آفاق ڈراما نگاروں سوفوکلیز اور یوری پیڈیز کے ڈراموں کے لمبے اقتباسات پڑھا کرتا تھا۔

اس شہرہ آفاق خطیب کی 50 تقاریر سالہا سال قبل لنڈن میں فلپکس کے نام سے شائع ہو چکی ہیں۔ یہ تقاریر فلپ کے خلاف ہیں جو اس کی زندگی میں ڈیموس تھینیز وقتاً" فوقتاً" کرتا رہا تھا۔ گبن ان تقاریر کو یاد کر کے اتنا بڑا خطیب اور مقرر بنا تھا۔

تخت سنبھالنے پر سکندر کے بعض مشیروں نے اسے مشورہ دیا کہ اگر ایک آدھ ریاست ہاتھوں سے جاتی ہے تو کیا مضائقہ ہے؟ اس کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا جائے۔ سکندر جو انساں تھا لیکن ذہین بھی تھا۔ اس نے اپنے حامیوں کو ایک طرف کیا اور غیر جانبدار اشخاص کو دوسری طرف کر دیا۔ پارمینو (Parmenio) کو ساتھ لیا۔ پارمینو اس کے باپ کا با اعتماد جرنیل تھا اسی نے سکندر کو ایشیا پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

پہلے تو فوج لے کر یکایک وہ سرموس (Syrmus) پر حملہ آور ہوا جو (Triballians) کا بادشاہ تھا۔ ۳ سے دریائے ڈینیوب کے دہانے شکست دی اور پھر تھی بیز پر چڑھ دوڑا تھرموپلی (Thermopylae) کے آبنائے کی پاس کہا۔

> "دیکھو جب میں الیریا اور تریبالیہ میں تھا تو میں (بقول ڈیموس
> تھی نیز) بچہ تھا تھسلی میں آیا تو لڑکا تھا مگر اب ایتھنز کی دیواروں
> کے سامنے امید ہے میں اسے پورا آدمی نظر آؤں گا۔"

تھی بیز پہنچ کر سکندر نے اہل ریاست کو سوچنے کا موقع دیا اور دو سرغنہ باغیوں فینکس Phoenix اور پروتھی ٹس Prothytes کو حوالے کرنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی کہا کہ جو لوگ اطاعت قبول کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں انہیں معاف کر دیا جائے گا۔

تھی بیز والوں نے بجائے رجوع کے سکندر سے اس کے دو مقربین فلوٹس Philotas اور اینٹی پے ٹر (Antipater) حوالے کرنے کو کہا۔

جب کوئی چارہ کار نہ رہا تو سکندر نے مقدونیہ کی فوج کو حملہ کرنے کو کہا دونوں طرف سے داد شجاعت دی گئی۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ یونان کے مایہ ناز شاعر پنڈار (Pindar) اور اس کے لواحقین کے گھر احترام

کے طور پر چھوڑ دیئے گئے۔ نیز ان اشخاص کے گھروں کو بھی تباہ نہ کیا گیا جن کے لواحقین مقدونیہ کی فوج میں ملازم تھے۔ مذہبی رہنماؤں کے گھروں کو بھی صحیح سالم چھوڑ دیا گیا۔

تیس ہزار اشخاص کو غلام بنا لیا گیا۔

سکندر نے اس شہر کے باسیوں پر ممکن حد تک سختی کی تاکہ دیگر ریاستوں کی عبرت کا سامان بن سکے۔ اس قدر سختی پر بعد ازاں وہ افسوس بھی کرتا رہا۔

جب سکندر مقدونیہ واپس لوٹا تو تمام سربراہان ریاست جوق در جوق مطیع و منقاد ہو کر آئے۔ سکندر نے اپنے درباریوں کو پوچھا کیا کوئی ایسا شخص ہے جو میرے پاس نہ آیا ہو۔ ددرباریوں نے عرض کیا کہ کورنتھ کا باشندہ دیو جانس (Diogenes Sinopian) نہیں آیا۔ سکندر نے کہا چلو ہم خود اس کے پاس چلتے ہیں۔ سکندر لاؤ لشکر لے کر بیو سیفالس پر سوار ہو کر سرنیم (Cranium) پہنچا دیو جانس کلبی سورج کی دھوپ میں لیٹا تھا۔ سکندر کو آتا دیکھا کو سر اینٹ کے بجائے اپنی کہنی پر رکھ لیا۔ سکندر قریب آیا تو نرمی سے کہا۔ "مجھ تک کوئی خدمت؟"

دیو جانس نے کہا۔ "دھوپ چھوڑ کر ایک طرف ہو جاؤ۔"(۱)

سکندر اس شخص کی جسارت پر دنگ رہ گیا۔ واپس لوٹتے وقت اس کے خوشامدی درباری دیو جانس کا مذاق اڑانے لگے سکندر نے انہیں کہا۔

"Masters say what you' list truly if I were not alexander I would be Diogenes.

جو چاہو کہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر میں سکندر نہ ہوتا تو دیو جانس بننے کی خواہش کرتا۔

دیو جانس فلاسفہ کے ایک مکتب فکر کا بانی مبانی بتایا جاتا ہے۔ اس کے پاس کچھ ایک مگ تھا ایک دفعہ اس نے ایک لڑکے کو اپنی اوک سے پانی پیتے دیکھا تو مگ بھی پھینک دیا اور تمام ذہنی پریشانیوں سے اپنے آپ کو آزاد کر لیا۔

---

(۱) راجع جونیر انسائیکلوپیڈیا جلد پنجم

سکندر 30 ہزار پیادوں اور 5 ہزار گھڑ سواروں کو لے کر درہ ہلیس پانٹ(1) پہنچا تاکہ اشیائے کوچک کو دیکھے۔ افواج کی روانگی کے وقت جہاں دیگر غیر معمولی باتیں وقوع میں آئیں وہاں ایک یہ بھی تھی کہ اورفیس اور لبھترا شاعروں کے چوبی مجسمے اس زمانے میں بہت زیادہ پسیجتے ہوئے نظر نئے یہ سرو کی لکڑی کے ساختہ تھے۔ لوگ ان مجسموں کے پسیجنے سے پریشان ہوئے لیکن ارس تاندر (Aristander) نے کہا کہ یہ بدشگونی کی باتیں نہیں ہے۔ مگر اس کی تعبیر و تاویل یہ ہے کہ سکندر ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دے گا کہ مستقبل کے شعراء اور مطرب اس کی تعریف و شجاعت میں نغمے الاپیں گے اور ان کے بیان کرنے میں عرق ریزیاں کریں گے۔

یونانی دستور کے مطابق سکندر استخارہ کرنے ڈیلفی (Delphi) گیا۔ مگر اتفاق سے جس روز وہاں پہنچا وہ ایام ممنوعہ یعنی بدھ تھا۔ (اس روز استخارہ یا فال لینا قطعی طور پر ناجائز خیال کیا جاتا تھا۔ پھر بھی سکندر نے وہاں کی کاہنہ کے پاس آدمی روانہ کیا کہ اپنی خدمت انجام دے۔ جب اس نے ضابطہ کے خلاف اس روز استخارہ سے انکار کیا تو خود سکندر کے پاس گیا اور اسے گھسیٹ کر زبردستی معبد میں لے جانے لگا یہاں تک کہ اس کی ضد سے وہ عورت بھی عاجز آ گئی اور کہنے لگی۔

"بیٹا تو کسی سے ہارنے والا نہیں۔" سکندر نے اس فقرے کو پلے باندھ لیا اور کہنے لگا اب استخارہ کی ضرورت نہیں ہمارا مطلب حاصل ہو گیا۔"

روانگی کے وقت ارسطابلس (Aristobulas) کے بیان کے مطابق اس کے پاس ستر ٹیلنٹ سے زیادہ رقم تھی اور بقول ڈورس اس نے 30 یوم سے زیادہ رسد بھی نہ فراہم کی تھی۔ اونی سک ریطوس کے بیان ہے کہ روانگی کے وقت وہ دو سو ٹیلنٹ کا مقروض تھا۔

اس عظیم مہم کا آغاز اگرچہ معمولی انداز سے ہوا اور ان عظیم منصوبوں کے پیش نظر یہ سازو سامان بالکل ناکافی تھا' تاہم سکندر نے اپنے رفقاء زعما اور سپاہ کو اس وقت

---

(1) درہ دانیال

تک نکلنے کی اجازت نہ دی جب تک ان کے ذرائع آمدنی نہ معلوم کر لئے کہ کافی وافی ہیں۔ جن کے پاس کمی تھی انہیں خود اس نے اراضی' قریہ جات' قصبات اور جائداد دے کر امکانی حد تک اس کو پورا کیا۔ یہاں تک کہ اس کی ذاتی املاک تمام تقسیم ہو گئیں۔ جس پر ہردکاس کو یہ پوچھنے کا موقعہ ملا کہ "خود تم اپنے واسطے بھی کچھ رکھو گے یا نہیں؟"

سکندر نے کہا "امید" میرے لئے امید بہت کافی ہے۔" ہردکاس نے کہا: "تو تمہارے سپاہی بھی انہی میں حصہ دار ہوں گے۔" اور جو جائیداد ہردکاس کے نام آئی تھی اس کے لینے سے انکار کر دیا۔ اس طرح سکندر کے بعض دیگر رفقاء نے بھی کچھ نہ لیا لیکن اکثریت ضرورت مندوں کی تھی اور ان کی سکندر نے فیاضی سے مدد کی یہاں تک کہ مقدونیہ میں جو کچھ اس نے ترکہ پایا قریب قریب سب انہی عطیات و نوازشات میں ختم ہو گیا۔

ایسے عزم بالجزم اور قوی قلب کے ساتھ سکندر نے ہیلس پانٹ کو عبور کیا۔ یہاں جو سورما مدفون تھے نذر و نیاز سے ان کی یاد تازہ کی۔ بالخصوص ایکےلیس شاعر کی قبر کے تعویذ کو ازراہ احترام تیل سے دھویا اور مذہبی رسم کے مطابق اپنے احباب سمیت اس کے مرقد کا طواف کیا۔ پھولوں کی بدھیاں اس پر سجائیں اور کہا کہ میں اس شخص کو نہایت خوش نصیب اور سعادت مند خیال کرتا ہوں جو جیتے جی ایسا وفا شعار تھا اور مرنے پر اپنے کارنامے شاعری کے بل پر یادگار چھوڑ گیا۔

کوئی حرص دنیا سے خالی نہیں
کسے خواہش گنج و مالی نہیں
کس کو نہیں دیکھتا میں یہاں
جو ہو طالب ذات رب جہاں

---

(1) سکندر نامہ بری' ص: 53

مرے واسطے اس سے بہتر نہیں
کہ ہو اہل دنیا سے عزلت گزیں
بمشغولی حق پرستی سدا
رہوں فارغ از صحبت ماسوا
جو نکلوں کہیں گوشہ باغ سے
یہ اوراق اپنی بغل میں لئے
نہ دیکھوں کسی کو جو میں قدر دان
وہی گنج ہو پھر وہی بوستان
نظارہ بہر غنچہ و گل کروں
تماشائے ریحان و سنبل کروں
کیا راوی خوش رقم نے بیان
سکندر کی باقی تھی جو داستان
کہ جب شاہ رومی نے پائی ظفر
ہوا اپنے مطلب سے وہ بہرہ ور

جب سکندر بادشاہ بنا تو اس کا واحد مطمح نظر اپنے باپ دارابن بہمن کا ملک تھا چنانچہ اس نے اپنے بھائی دارابن دارا کا رخ کیا اور حصول سلطنت کی خاطر اس سے جنگ کی یہ الگ بات ہے کہ یونانی اسکالروں کے نزدیک یہ بات قابل تسلیم نہیں۔ ان کا گمان ہے کہ سکندر فلپ کا صلبی فرزند تھا اور یہ کہ جب فلپ قتل ہوا تو سلطنت سکندر کے ہاتھ آئی تو اس نے دارا بن دارا کو وہ خراج ادا کرنا بند کر دیا جو فلپ اس کی خدمت میں ارسال کیا کرتا تھا۔

اس پر دارا نے اس کے نام حکم نامہ روانہ کیا کہ وہ موعودہ خراج بھجوا دے نیز سکندر کو اس معاہدے سے آگاہ کیا جو اس کے اور فلپ کے درمیان ہوا تھا۔

سکندر نے جواب لکھ بھیجا۔

ان الدجاجۃ التی کان تبیض تلک البیض ماتت(1)

"وہ مرغی جو ویسا انڈا دیتی تھی چل بسی ہے۔"

ثعالبی نے شاہنامہ میں لکھا ہے:

سکندر سفیر را گفت: بادبگو مرغی کہ تخم طلای گذاشت مرد(2):

جو تھا اس کو زور جوانی کمال
یہ تھا فکر لے اور بھی ملک و مال

سکندر نے کہا:

تو کیوں سود خوروں کو دوں مال و زر(3)
مذلت کو لوں کس لئے اپنے سر
سبب کیا کہ دارا کو دوں میں خراج
کہ کم اس سے مجھ کہ نہ گوہر نہ تاج
جو وہ تاج رکھتا ہے میں تیغ تیز
کہ دیکھے گا جس سے وہ راہ گریز
جو فوج اس کی مجھ پر چڑھائی کرے
مرے ساتھ عزم لڑائی کرے

اس صورت میں مجھے فضل باری سے نصرت و کامرانی حاصل ہو گی کیونکہ میرا دل قوی اور میری فوج یک جہتی کی حال ہے۔ وہی فوج فتح سے سربلند ہوتی ہے جس میں دلجمعی والے سرہنگ ہوں۔ دو دل ایک ہوں تو پہاڑ کو توڑ ڈالتے ہیں اور جم عفیر کی پراگندگی کا باعث بنتے ہیں۔

---

(1) الاخبار الطوال، ص: 30

(2) ثعالبی: شاہنامہ، ص: 187

(3) گلدستہ شجاعت حصہ اول، ص: 57

دو دل یک شود بشکند کوہ را[1]
پراگندگی آرد انبوہ را

مجھے اپنی خوش قسمتی سے توقع ہے کہ میں اپنے دشمن سے تاج و تخت چھین لوں گا۔ میرا دل یہ عار گوارا کرنے سے قاصر ہے کہ میں کیانی کا جزیہ گزار بنوں۔ یہ کہنے کے بعد سکندر نے درباریوں سے پوچھا:

تم اے اہل دانش برائے بلند
کہو ہوں میں کس بات کا پائے بند

یہ سن کر مصاحبین کہنے لگے:

کہ جب تک پھرے طارم چنبری
بسیارہا با چنین برتری
چراغ جہاں گوہر شاہ ہو
رخ شاہ روشن تراز ماہ ہو
تو ہی ہے کہ ہے تجھ سے نیروئے جان
تجھی سے برومند ہے سب جہان
جہاں ہو تو سب کا خداوند رہ
جو بو تخم اس سے برومند رہ

رہے تیرا یاور سپہر بلند
نہ پہونچے تجھے چشم بد سے گزند
مبارک ہو تجھ شاہ کو تخت و تاج
سران جہان تجھ کو دیویں خراج

---

(1) سکندر نامہ بری، ص: 57

اگر ہم سے لیتا ہے تو اپنی رائے
تو اس بات پر عقل ہے رہنمائے
نہ لا تو مخالف پہ خود سے شتاب
اسی پر ہے رخصت برائے صواب

اگر دشمن خود جنگ کا عزم کرتا ہے اس میں پہل پہل کرتا ہے تو اپنی تلوار سے اس پر عرصہ حیات تنگ کر دیجئے اس کا جینا وبال جان کر دیجئے آپ کی تلوار کے اٹھنے سے دشمن کا سر تاج سمیت جاتا رہے گا۔

اگر شیر سے گور بازی کرے
ہلاکت پہ وہ تر کتازی کرے
نہیں شغل دارا کا جز نائے و نوش
نہیں مردمی کا ہے کچھ اس میں جوش
تو ہے اس سے برتر بہ لشکر کشی
تجھے کب سزا وار ہے بے کسی

آپ نے فن حرب میں جو صف بندی (Phallanx) معلم اول ارسطو سے سیکھی ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے اس کی بدولت دنیا کی کوئی قوم آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتی خواہ وہ قوم عرب و عجم ہو یا صفحہ ہستی کے کسی اور خطے یا حصے سے تعلق رکھتی ہو۔

تری جنگ ہے تا بیابان زنگ(2)
تماشائے دارا شبستان تنگ

تو نیک اطوار ہے دارا بد چلن ہے۔ فرشتے کا شیطان سے کیا مقابلہ؟

---

(1) سکندر نامہ بری، ص: 57

(2) ایضاً، ص: 58

تو شمشیر براں ہے وہ جام گیر
تری سر پہ جا اس کا مقعد سریر
تو ہے داد گر وہ ستمگار تر
تو میزان قوت وہ میزان زر
تو بیدار وہ خواب غفلت میں مست
تو ہے حق پرست اور وہ خود پرست

دارا ایسا حکمران ہے کہ نہ تو اس کا کوئی شہری اور نہ ہی کوئی سرہنگ اس کا خیر خواہ ہے۔ کسی روز کسی مظلوم کی فریاد اس کی حکومت کا خاتمہ کر دے گی۔ اے بادشاہ سلامت! ہماری عرض ہے کہ:

کمر باندھ بیداری بخت دیکھ
کلاہ سہی رکھ سر تخت دیکھ
نہیں تجھ کو لازم ہے ایسا خیال
کہ دولت ہے یا ملک نصرت **بمال**
سری حاصل آتی ہے با مردی
نہیں تو ہیں سب آدمی آدمی

بادشاہ سلامت! آپ کو سب سرفراز سمجھتے ہیں لیکن سردار وہی ہے جو مردم نواز ہو۔ دیگر جانوروں میں شیر اس واسطے سردار ہے کہ وہ شکار کرتا ہے اور دیگر جانور اس کا شکار کھاتے ہیں۔

نہیں ہے جہاں اس کا ہرگز رفیق(1)
کرے جو **بخیلی** کو اپنا طریق
یہی سلطنت میں ہے بہتر تجھے
کہ لے یک سے دیگر کو بخشش کرے

---

(1) سکندر نامہ بری، ص: 59

جوانمرد کہتے ہیں اس مرد کو
کہ جو مردمیت سے موصوف ہو
مروت جو ہے تجھ میں تو مرد ہے
مخالف ترے سامنے گرد ہے

بادشاہ سلامت! آپ نے مکروہ شکل والے سیاہ فام زنگیوں کو شکست دی ہے جو عفاریت کی طرح بدشکل اور بدخو تھے تو دارا کی بھلا کیا مجال ہے؟

انہیں کا نہ سمجھا گیا کچھ وجود
تو دارا کی آگے ترے کیا ہے بود
جو اس سیل سے تو نے پھیرا نہ سر
تو پھر تجھ کو قطروں سے کیا خوف و ڈر

بروایت پلوٹارک ایران کے حکمران دارا نے کثیر تعداد میں لشکر اکٹھا کیا اور اپنے کپتانوں کو اس امر کے لئے بھیجا کہ وہ سکندر اعظم کو دریائے گرینی کس (Garanicus) پر روکیں۔ ایشیا میں داخل ہونے کا یہ واحد راستہ تھا جو رود گرینی کس پر سے گزرتا تھا۔ دریا بہت گہرا تھا۔ نیز اس کے سامنے کا کنارا اس قدر اونچا تھا کہ اس کو عبور کرنا جوئے شیر لانے اور پل صراط پار کرنے کے مترادف تھا۔ کنارہ ڈھالو بھی تھا اور اس سے پھسلنے والا سیدھا قعر دریا میں جاتا تھا۔ گرنے کے بعد یا تو وہ نہنگوں کا لقمہ بنتا یا اس کا چکنا چور ہو جاتا تھا۔

لڑائی سے اجتناب کرنے والے بعض مشیروں نے یہ بھی مشورہ دیا کہ مقدونیہ کے حکمرانوں نے کبھی اپنی فوج کو جون کے مہینے میں جنگ میں نہیں جھونکا۔ سکندر اعظم نے اس کا حل یہ نکالا کہ اس مہینے کو آرٹی می زیم (Artemisium) یعنی مئی کہا جائے۔ عظیم جرنیل پارمینو نے کہا یکم تاریخ بہت دور ہے تب تک لڑائی کو موخر نہیں کرنا چاہیے۔

سکندر نے کہا جب ہم سمندر کے ایک حصے سے گزر کر آ چکے ہیں اور اگر دریا سے گزرنے میں کوتاہی دکھائی تو ہیلس پانٹ خفت سے نگوں ہو گا۔

سب سے پہلے سکندر اعظم نے اپنے گھوڑے کو چھلانگ لگوائی بعد ازاں گھڑسواروں کے 30 دستوں نے دریا کی لہروں پر اپنے گھوڑے ڈال دیئے۔ سکندر نے ان تیروں کی پرواہ نہ کی جن کی بوچھاڑ دشمن نے اس کی سمت کر دی تھی۔ سکندر اعظم کی فوج کو اس وقت کا سامنا زیادہ کرنا پڑا جب دشمن کی فوج نے اس کی فوج کو تیز رفتار سے بہتے ہوئے دریا کی جانب دھکیلنا شروع کیا۔ دریا اس قدر تیزی سے بہہ رہا تھا کہ سکندر کی فوج دریا کے بہاؤ کے رخ دور تک چلی گئی۔ بہرحال جاتے جاتے وہ بالاخر شوروغوغا کرتی دریا کے دوسرے کنارے پر جا چڑھی۔ اب دست بدست لڑائی ہونی شروع ہو گئی۔ دشمن کی فوج پہلے پہنچنے والے سپاہیوں پر ٹوٹ پڑی لیکن انہوں نے اپنے گھوڑوں کو اپنے ساتھیوں کے گھوڑوں کے قریب تر رکھنے کی کوشش کی۔ پہلے نیزوں سے لڑائی ہوتی رہی جب نیزوں کی انیاں ٹوٹ گئیں تو تیغوں سے لڑائی شروع ہو گئی۔ آخر کار دشمن کے کئی سپاہی اکٹھے ہو کر بیک وقت سکندر اعظم پر ٹوٹ پڑے۔ جس کی ڈھال اور خود کی وجہ سے اس کی پہچان مشکل نہ تھی۔

نیزے کا وار سکندر کی ران پر پڑا لیکن وہ زخمی نہ ہوا۔ اب دو ایرانی کپتانوں روئیساکس (Roesaces) اور سپت ہری دیتس (Spithridates) نے بیک وقت سکندر اعظم پر حملہ کیا۔ سکندر نے ایک کو تو چھوڑ دیا دوسرے روئی ساکس پر نیزے سے حملہ کیا۔ جب نیزہ ٹوٹ گیا تو تلوار سونت لی۔ جب سکندر اور سپت ہری دیتس ایک دوسرے کے قریب تھے تو موخر الذکر نے اپنے گھوڑے کی مہمیز پر اونچا ہو کر پوری قوت سے سکندر پر اتنا زبردست وار کیا کہ اس کی خود کی کلغی ٹوٹ گئی۔ کلہاڑے کا وار سکندر اعظم کے سر کے بالوں تک چھو گیا۔ یہ ایرانی سپاہی دوسرا وار کرنے ہی لگا تھا کہ یونانی سپاہی کلائی ٹس (Clitus) نے اپنے سپہ سالار کا دفاع کرتے ہوئے ایرانی سپاہی پر نیچے سے حملہ کر کے اسے تہ تیغ کر دیا۔ عین اسی وقت سکندر

اعظم نے روئی سائی کس پر کاری ضرب لگائی اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

جب سکندر اعظم کے گھڑسوار اس قدر جوش و خروش سے جنگ میں محو تھے مقدونیہ کے پیادے دریا کو عبور کر کے ان تک آ پہنچے اور انہوں نے یلغار کر دی وہ تازہ دم تھے۔ ایرانی سپاہی ان کے مقابلے میں قدم نہ جما سکے اور پسپا ہو کر دوڑ بھاگے ایک پہاڑی پہ جا کر پناہ لی اور سکندر سے صلح کی درخواست کی۔ اس جنگ میں سکندر اعظم کا گھوڑا پسلی میں تلوار پڑنے سے مرگیا یہ گھوڑا بوسی فالس نہیں تھا جسے اس نے باپ کے ساتھ شرط بدھ کر جیتا تھا بلکہ اور گھوڑا تھا۔ بوسی فالس نے بیس سال سکندر اعظم کے ساتھ دیا اور منڈی بہاؤ الدین کے نزدیک پھالیہ کے مقام پر مرا یہ شہر اس وفا شعار گھوڑے کی یاد میں سکندر اعظم کے حکم سے اس کے چیف انجنیر اور امیر البحر نیارکس (Nearchus) نے بسایا تھا۔

دارا کے ساتھ سکندر اعظم نے تین معرکے مارے تھے ایک معرکے کے بعد جب دارا راہ فرار اختیار کر چکا تھا تو سکندر اپنے ساتھیوں سمیت گھومتا پھرتا اس کے غسل خانے میں پہنچا وہاں خوشبوئیات سے اس کا دماغ معطر ہوا اسے خوشبو کا جو چوبی ڈبہ ملا وہ بہت عمدہ تھا اس نے اس صندوقچہ میں ہومر کی کتاب ایلیڈ رکھی جس پر اس نے اپنے استاد معلم اول ارسطو سے حاشیہ آرائی کروائی تھی۔

یونانی ایلیڈ کو الہامی کتاب سمجھتے ہیں اور جب اس کی جلد درد سر کے عارضہ کے موقع پر سرہانے رکھتے ہیں تو ان کا سر درد رفع ہو جاتا ہے۔

اس نے صندوقچے اور عطریات سے متاثر ہو کر کہا

"He is really a king, what think ye."

ایران کے حسن و جمال کے سب سے بڑے شاعر نظامی گنجوی نے پیر دانش پسند (فردوسی) کے قصہ میں اضافہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

گزارندہ پیر دانش پسند
کرے ہے روایت بہ ہوشمند
ہوا جب کہ اسکندر آراستہ
بیک دست تیغ و دگر خواستہ
ہوئی تب یہ شہرت بہر مرزبوم
کہ دیکھو یہ آیا شہنشاہ روم
بہ پر خاش دارا کیا سر بلند
بسامان و جمعیت ارجمند
یہ مژدہ خلائق کو نو روز تھا
کہ ظلم کیانی جہان سوز تھا
ہوئے جس کے باعث سے اہل دیار
بدر ماندگی سخت تر خوار و زار
وہ دارا پرستی سے ہو کر اداس
بمہر سکندر ہوئے ہم لباس
ہوا جبکہ دارا پہ یہ آشکار
ہوئی فوج رومی کی دریا کے پار
بہ پیران روشن دل ورائے زن
بہ پوشیدگی اس نے کی انجمن

سکندر کی مسلسل فتوحات اور اس کی انصاف پسندی کے باعث نیز دارا کے عُجب اور خود پسندی کے باعث دیگر تمام درباری تو خاموش رہے لیکن ایک خوش کلام اور دانش مند شخص جس کا نام فریبرز تھا یہ شخص ماضی کی تاریخ سے واقفیت رکھتا تھا:

---

(1) سکندر نامہ بری منظوم اردو، ص: 71

کہا اس نے دارا سے اے بادشاہ(ا)
رہے تجھ سے آباد یہ بزم گاہ
جہان نام سے تیرے خالی نہ ہو
مخالف کو فرخندہ حالی نہ ہو
مرے جد سے پہنچی ہے مجھ کو خبر
بحالات پیشنیاں اس قدر
کہ کیخسرو شاہ فرخ تبار
گیا غار میں چھوڑ جب کاروبار
تو دی تھی خبر اس نے اس طور پر
اس عہد میں جام جم دیکھ کر
کہ طالع سے اس ملک کے ہے عیان
کہ ہو گا کوئی روم میں ہمزبان
وہ لائے گا اس مملکت پر شتاب
کرے گا سب آتشکدوں کو خراب
تمامی جہان پر وہ ہو حکمران
کرے بادشاہی بہ تخت کیان
اگرچہ وہ عالم کا ہو شہریار
مگر عمر اس کی نہ ہو پائدار
مبادا کہ یہ طفل رومی نژاد
وہی ہو جو تھی جام جم کی مراد
یہ بہتر کہ نابود ہو اس کا نام
یہ کشور نہ ہو اس کا جائے قیام

(ا) ایضاً” ص : 72

دارا بھلا کب ماننے والا تھا

بجا دونوں لشکر میں پھر طبل جنگ
پڑا لرزہ اندر دل کوہ و سنگ

سنکھ اور قرناء کی آوازوں سے شور اور کہرام مچ گیا۔ سنکھ دارا کی جانب سے بجائی گئی اور قرناء سکندر کی طرف سے۔

طراقا ہوا چابکوں کا بلند
گئے دل با واز سم سمند

بسم(1) ستوران دران پہن دست
زمین شش شد و آسمان گشت ہشت
صف میمنہ کو کیا پہلے ٹھیک
کہ تھے پہلوان جس میں اکثر شریک
صف میسرہ جو مرتب ہوئی
گویا ایک دیوار تھی آہنی
مقدم تھا ایک ان میں ایسا گروہ
کہ جس سے ہوا کوہ صحرا ستوہ
میانہ گو یا کوہ پولاد تھا
امان کے لئے قلعہ آباد تھا
دیا وہ ہوا جس کا جو خواستگار(2)
ہوئے سب قوی پشت با شہریار
ہوئے دونوں لشکر جب آراستہ
ہوئے پہلوان مردمی خواستہ

---

(1) سکندر نامہ، ص: 85

(2) سکندر نامہ، ص 86

در آئی سیاست بگردن زنی
گئی چشم خورشید سے روشنی
نہ تھی خالی اجسام کشتوں پہ جا
جہاں پر نہ تھا زخم شمشیر کا
ہوئی فرط خون سے یہ شکل زمین
کہ ہو سرخ گندھک سے خاک آتشین
جو کودا کمین سے نہنگ خدنگ
تو پہونچا فوج عدو بید رنگ
کمین اژدہائے مسلسل شکنج
کشادہ دہن تھے بتا راج گنج

یہ قبل مسیح کے زمانے کی جنگ تھی اس زمانے میں ہاتھیوں اور گھوڑوں سے لڑائیاں لڑی جاتی تھی۔ گولہ بارود کی لڑائی نہیں تھی۔

گرجتے تھے میدان میں جو پیل مست
ہزبروں کے نعروں کو کرتے تھے پست

مست ہاتھی اپنی گرج سے شیروں کے نعروں کی آواز کو پست کرتے تھے۔

ہوا باپ فرزند سے ہم ستیز(۱)
محبت کی کی رزمگہ سے گریز
پھریرہ علم کا ہوا خون سے تر
امان کا بندھا واں سے رخت سفر

میدان کارزار کا منظر ایسا تھا کہ گھوڑوں کے نعلوں کی بجائے چنگاریاں دکھائی دیتی تھیں۔

---

(۱) ایضاً" ص: 86

ہوئی گرم وہ آتش کارزار(۱)
بجائے نعل سمنداں شرار
جہانجوے دارا بقلب سپاہ
غضبناک چون شیر شرزہ سپاہ
اٹھاتا تھا جب ہاتھ وہ کینہ جو
تو گرتے تھے سر خصم کے ہیچوگو
بہت خون رومی ملا خاک میں
بہت سر بندھے اس کی فتراک میں

یہ تو دارا کی جانب سے قتل و خونریزی کی تفصیل ہے اب سکندر رومی کی جنگ کی تفصیل ملاحظہ ہو:

ادھر شاہ رومی نے باتیغ تیز
اٹھائی جہاں میں عجب رستخیز
برہنہ کئے دونوں ہاتھوں میں تیغ
نہ تھا خصم کی جان کا جس کو دریغ
جو پڑتا تھا خنجر کا فیلوں پہ وار
تو ہوتے تھے اک دم میں بیجان ہزار
جو کرتا تھا وہ یک نعرہ تند شیر
تو ہوتا تھا پانی دل ہر دلیر
سنا جب کہ دارا نے اکثر جوان
ہوئے لقمہ تیغ شاہ جہان

---

(۱) سکندر نامہ بری، ص: 86

یہ سن کر ہوا سخت آشفتہ دل
ہوئی رائے اس بات پر مستقل
بیک بار لشکر بجنگ آوری
کرے حملہ بر فوج اسکندری
بحکم سپہدار تخت کیان
ہوئی جوش زن فوج ایرانیاں
اٹھی سب کی پھر یک رکابی عنان
بشمشیر و خنجر بگرز و سنان
سکندر نے دیکھا کہ فوج عدو
ہوئی گرم جوشی سے آرزم جو
ہوا حکم تا لشکر روم بھی
کرے حملہ دشمن پہ یک بارگی
کرے تنگ تر خصم پر راہ کو
کرے خاک میں خون بدخواہ کو
ہوئی جب مقابل وہ دونوں سپاہ
ہوا ان کے حملوں سے عالم سیاہ
بشمشیر پولاد و تیر خدنگ
ہوئی مور پر بھی گزرگاہ تنگ
سکندر نے بھی درپے کارزار
قدم کو کیا سخت استوار

سکندر پر ایک سپاہی نے دو تیغ کلہاڑے سے حملہ کیا۔ اس جانستاں حملے سے سکندر اعظم نے اپنی جان بچالی اور اسی لمحہ حملہ آور ہو کر اپنی تیز تلوار سے واصل بہ جہنم کیا۔

کچھ عرصہ سکندر تذبذب میں رہا کبھی خیال کرتا کہ فوج لئے سیدھا گھس جائے اور دارائے عجم سے ایک اور فیصلہ کن لڑائی لڑے کبھی سوچتا کہ اول ساحلی علاقوں کی تسخیر ضروری ہے یہ صوبے اچھی طرح قبضے میں آ گئے تو آگے بڑھنے میں زیادہ آسانیاں ہو جائیں گی۔ وہ اس تامل میں تھا کہ قصبہ زانطوس کے قریب ایک چشمے کا پانی خود ابلا اور ایک تانبے کی تختی اس میں سے نکلی جس کے حاشیہ پر قدیم خط میں یہ پیش گوئی کندہ تھی کہ :

"ایک وقت آئے گا کہ ایرانی حکومت یونانیوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو جائے گی۔" اس واقعے نے سکندر اعظم کا حوصلہ بڑھا دیا اور اس نے سقلیہ اور فنیقیہ کے حکمرانوں ہیلی کارناسس (Halicarnassus) اور ملی طس (Miletus) کو شکست دی جو اب تک اس کی مزاحمت کرتے رہے تھے۔

اب وہ سارے پم فیلیہ پر اس قدر جلدی چھا گیا کہ اس زمانے کے مورخ اسے تائید الٰہی خیال کرتے ہیں کیونکہ یہ ساحل انتہائی دشوار گزار اور سکندر کی آماجگاہ تھا۔

میاندر شاعر نے اپنے ایک ڈراما میں اسی معجزے کی تلمیح کی ہے اور لکھا ہے :

> "سکندر کی اس میں کیا خصوصیت ہے؟ جو کچھ وہ چاہتا ہے پا لیتا ہے اور میں بھی اگر سمندر سے راستہ مانگوں تو کچھ شک نہیں کہ وہ میرے لئے ہٹ جائے گا۔"

سکندر خود اپنے رقعات میں کسی غیر معمولی واقعہ کا ذکر نہیں کرتا وہ صرف اتنا تحریر کرتا ہے کہ فاسیل سے روانہ ہوا اور اس علاقے کے دوسرے سرے پر قصبہ لداز میں سے گزرا۔ فاسیل میں اس نے کچھ دیر قیام کیا اور اس شہر کے فلسفی تیو دکلیس کا مجسمہ چوک میں دیکھ کر اس نے کھانا کھانے اور خوب پینے کے بعد اس کا طواف کیا اس کے سامنے رقص کیا اور پھولوں کے ہار پہنائے۔ یہ فلسفی حال ہی میں سورگ باش ہوا تھا۔ ارسطو کی شاگردی کے زمانے میں سکندر کی اس سے ملاقات ہوئی تھی اور وہ اس کی باتوں سے اور بحث و تمحیص سے محظوظ ہوا تھا۔ لہٰذا ایسے شخص کی یاد

تازہ کرنی ضروری تھی۔ سو یہ رسم سکندر نے حسب رواج بڑی شان سے ادا کی۔

گوردیم شاہ میداس کا قدیم شہر تھا۔ اس میں ایک درخت کی چھال کے ساتھ ایک رسا لٹک رہا تھا جس میں کئی گرہیں لگی ہوئی تھیں۔

ان گرہوں کو Gordian Knot کہا جاتا تھا۔ ان لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ جو شخص ان گرہوں کو کھول لے گا وہ ساری دنیا کو مسخر کر سکے گا۔ سکندر اعظم نے جب اس رسے کو گرہ در گرہ دیکھا تو انہیں اپنی تلوار کی ایک ضرب سے قطع کر دیا۔

ارسطو بولس (Aristobulus) دیگر مورخین سے مختلف رائے رکھتا ہے وہ لکھتا ہے کہ سکندر اعظم نے ان گرہوں کو کلہاڑے کے دستے سے پیچ نکال کر اس کی مدد سے فوراً" کھول لیا۔

دارا نے اپنی لاتعداد افواج کو سوسا کے مقام پر اکٹھا کیا اس لشکر کی تعداد ساٹھ لاکھ بیان کی جاتی ہے۔ اس نے اپنے خزانے، عورتیں اور بچے بخیال حفاظت ہمدان (Ecbatana) کے قلعے میں بھجوا دیئے یہ قلعہ دارا نے اسی خیال سے تعمیر کیا تھا۔ دارا نے ایک خواب دیکھا۔ دارا نے سکندر اعظم کو بھی آتشیں لباس میں دیکھا جو اس نے خود ہی زیب تن کیا تھا اور تمام اہل مقدونیہ کو بھی اسی لباس میں دیکھا۔

جب وہ بیلوس (Belus) کے آتشکدے میں پہنچا تو یکایک اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ خواب کا مطلب یہ تھا کہ سکندر اعظم تمام ایشیا کو فتح کر لے گا لیکن دارا کے معبرین نے اسے خوش کرنے اور خوشامد کرنے کی خاطر اسے غلط تعبیر بتائی۔ اسے بتایا کہ سکندر کی زندگی جلد ختم ہو جائے گی۔

سکندر سسلی یعنی صقلیہ میں کچھ دیر علیل بھی رہا تھا۔ علالت کا باعث جدا جدا بتایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ طویل مسافت کے باعث سکندر اعظم کو تھکاوٹ ہو گئی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ دریائے (Cydnus) کے برفانی پانی میں نہایا۔ بہرحال اس کا علاج کرنے کے قابل بھی کوئی طبیب ماسوائے ایک کے نہ تھا جو علاج کر سکے۔ یہ معالج فلپ ایکارنین تھا۔ فلپ کو اپنے آقا کے ساتھ بہت پیار تھا اور وہ چاہتا تھا کہ

اس کے آقا کو طویل زندگی اور صحت ملے۔

اس اثنا میں سکندر کو پارمینو کا خط ملا جس میں لکھا تھا کہ دارا نے فلپ ایکارنین بہت مال و دولت اور اراضی و اقطاع دینے کا وعدہ کیا ہے اگر وہ سکندر کو ہلاک کر دے۔ سکندر نے یہ خط پڑھ کر کسی کو سنائے بتائے بغیر اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیا۔ جب فلپ دوا لایا تو سکندر نے دوائی پینی شروع کی اور خط فلپ کے حوالے کر دیا۔

سکندر بڑے اعتماد سے دوا پیتا رہا اور فلپ ایکارنین خط پڑھ رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے چہروں کی طرف بھی دیکھ رہے تھے۔ دونوں کے چہرے ہشاش بشاش تھے۔ سکندر کے چہرے پر البتہ علالت کا اثر نمایاں تھا۔

خط پڑھ چکنے کے بعد سکندر کے معالج نے اپنے ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے اور خدا کو کہا کہ گواہ رہنا کہ میں بے گناہ اور معصوم ہوں۔ بعد ازاں وہ سکندر کے بستر کے پاس آیا۔ اسے کہا کہ اگر صحت مطلب و مقصود ہے تو میری ہدایت پر عمل پیرا ہونا پڑے گا۔ دوا کارگر ہونی شروع ہوئی لیکن ابتداء میں سکندر کو یوں محسوس ہوا کہ اس کی ٹانگوں سے قوت سلب ہو گئی اور اس پر غشی سی طاری ہونے لگی حتی کہ اس کی قوت گویائی بھی سلب ہو گئی اس کی نبض بہت آہستہ آہستہ چلنے لگی ایک دفعہ تو یوں سمجھنے لگا کہ اس کے تمام قوی جواب دے گئے ہیں لیکن یہ سارا کچھ وقتی طور پر تھا۔ سکندر دوائی باقاعدہ طور پر کھاتا رہا اور دوائی نے اثر دکھانا شروع کر دیا۔ وہ تندرست ہونا شروع ہو گیا۔ وہ اپنی افواج کے سامنے بھی آنے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ست پڑ جائیں۔

دارا کے لشکر میں دو سپاہی تھے۔

دو سرہنگ دارا کے تھے ہم نشین(1)
بدل بظاہر با لفت قرین

---

(1) سکندر نامہ بری منظوم اردو' ص : 88

ان کے نام اے۔ آر۔ برن نے اپنی کتاب الیگزینڈ دی گریٹ میں نبرزنیس اور Barsaentes اور Habarzanes(1) تحریر کئے ہیں۔

وہ تھے ظلم دارا سے از بس تنگ
ہوئے عاقبت بددلی سے دورنگ
یہی دل میں پوشیدہ رکھتے تھے کین
کریں خون دارا سے رنگین زمین
اسی قصد سے وہ سکندر کے پاس
ہوئے حاضر اس وقت میں بے ہراس
ہوئے اولین خواستگار امان
کیا پھر تو اظہار راز نہان
کہ ہم خاص دارا کے، ہیں ہمنشین
مگر ظلم سے اس کے ہیں خشمگین
یہی قصد ہے تا بوقت مصاف
کریں ظلم سے اس کے عالم کو صاف

یہ سپاہی دارا کے قتل کے ضمن میں سکندر اعظم سے۔ انعام و اکرام اور مال و دولت کے خواہاں ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں مال و دولت عطا کر اور اس سلسلہ میں قیل و قال نہ کر۔

تو انگر تو ہر ایک کو ہم سے کر
دکھاویں تجھے تا کہ اپنا ہنر

---

(1) A.R.Burns ; Alexander the great, P.170

(2) سکندر نامہ بری : ص : 88

سکندر اعظم کو ان سے اس اہم کام کا سرانجام پانا ممکن نہ دکھائی دیا کیونکہ دونوں سپاہی ناپختہ کار اور کم عمر تھے۔

ہوئی رات تاریک جس دم نمود
ہوا نیست نابود دن کا وجود
دو لشکر کشیدہ کمر چون دو کوہ
نبرد آزمائی سے آ کر ستوہ

اس روز جنگ معرض التواء میں پڑ گئی اور دوسرے روز صبح کے وقت لڑائی لڑیں گے۔ رات بڑی مشکل سے گزرتی ہے

در آیا کوئی اہل لشکر بخواب
کوئی فکر فردا میں پر پیچ و تاب
کوئی اس تمنا میں تھا چشم باز
کہ اے کاش یہ رات ہوتی دراز
دو خسرو باین فکر تا صبح ہو
کریں دور صفرائے جوشیدہ کو
عنان در عنان ہوں وہ دو شہریار
رہ آشتی کو کریں اختیار

دارا نے اپنی فوج سے لڑائی کے جاری رکھنے یا روکنے کے ضمن میں مشورہ لیا لیکن کسی شخص نے صلح و آشتی کا راستہ اختیار کرنے کا مشورہ نہ دیا۔

اسی پر ہوئے مشین رائے زن(1)
کریں جنگ جب تک رہے جان بہ تن

---

(1) سکندر نامہ بری، ص 90

اسی طور دیتے تھے شہ کو شکیب
دلیری پہ کوئی کوئی پہ فریب
دو سرہنگ غدار اس فکر میں
کہ فردا تن شاہ بے سر کریں

رات گزر گئی۔ آفتاب عالمتاب نمودار ہوا۔

در آئے بجنبش دو لشکر چو کوہ
کہ آتا تھا جس سے جہان کو ستوہ

دارا کے بیذار ہونے کا ذکر شاعر نے کرتے ہوئے لکھا ہے:

فرید دن نسب شاہ بہمن نژاد
اٹھا خواب سے اول با مداد
کیا جملہ ترتیب سامان جنگ
بہ تیر و بہ خنجر بہ تیغ و تفنگ
وہ ہتھیار اس نے مہیا کیے
گویا کوہ پولاد برپا کیے
کیا میمنہ کا درستی سے کار
بندھا آہنی میسرہ سے حصار
جناح سپہ کا کیا ساز و برگ
بشمشیر و بانیزہ و درع و ترک
ہوئے داہنے جو کہ تھے نامور
جو رکھتے تھے شیر افگنی کا ہنر
بقلب سپہ شاہ ایرانیان
بپا سر پہ اس کے درفش کیان

سکندر کہ رکھتا تھا تیغ دو سر
بجنگ عدو چست باندھی کمر
اٹھائی سپہ ہمچوبا زندہ میغ
کہ پیکان تھی چون ژالہ چون برق تیغ
جناح سپہ کو کیا استوار(۱)
سم بارگی کو کیا لالہ زار
دلیران درگاہ شاہنشہی
کہ جن سے سکندر کو تھی آگہی
رہے قلب لشکر میں برگرد شاہ
کہ ہالہ ہو جس طور سے گرد ماہ
ہوا دونوں لشکر میں جس دم خروش
یک عالم کو پہنچی قیامت بگوش
ہوا نعرہ کوس چون‘ تند شیر
در آیا برقص اژدہائے دلیر
باواز شے پور زہرہ شگاف
در آمد بہ جنبیدگی کوہ قاف
بفر یاد روئیں خم پشت پیل
صدائی نہنگان بر آئی بہ نیل
ہوا جب کہ تیروں کی بارش کا جوش
پڑا دونوں لشکر میں یکسر خروش

نقارے کی آواز سے سامعین کے قلوب پر خوف و ہراس طاری ہوتا تھا۔

---

(۱) سکندر نامہ بری اردو ص: ۹۱

معاندین کی فوجوں نے اس قدر قتل و غارت کی کہ خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ میدان کارزار گرم ہوا اور امن و سلامتی نے راہ فرار اختیار کرلی۔ اس قدر تیر برسائے گئے کہ ہاتھی جیسے تن و توش رکھنے والوں کے قلوب پر لرزہ طاری ہوگیا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے اور ان کی کھوپریوں کی ہڈیاں گھوڑوں کے سموں سے ریزہ ریزہ ہو گئیں:

حقیقت میں تھا وہ قیامت کا روز
نہ تھا جس میں پیدا بجز درد و سوز
سواران تیر افگن و تیغ زن
کھڑے ایسے بے روح جیسے بدن
وہ مسلخ تھا کشتوں سے ایسا بھرا
کہ کشتوں کے پشتے ہوئے جا بجا
ہوا ہرکوئی اپنے جینے سے شاد
نہ لاتا تھا کشتوں کو ہرگز بیاد
نرکھتا تھا ماتم کسی کا کوئی
نہ پہنے کوئی جامہ ماتمی آ

شاہ کا نیزہ اس قدر گرم ہوا کہ وہ حرارت اور تمازت میں آفتاب عالمتاب سے بھی سبقت لے گیا۔

ہوئی آتش تیغ دارا بلند
جلے پہلوان جس سے مثل پسند
ملے جبکہ لشکر سے لشکر بہم
اٹھائی قیامت وہاں دم بدم
ہوئے دونوں لشکر مشغول جنگ
فراخی در آئی میدان تنگ

نہ تھا کوئی خاصوں سے دارا کے پاس
مدارا کا ہو جس کی جانب قیاس(1)

دو غدار سپاہیوں Nabarzanes نبرز انیس اور Barsaentes بار سائین تیز کو موقع مل گیا۔ یہ دونوں ہمدانی تھے۔ انہوں نے دارا کے ساتھ بے وفائی کی۔

لگایا وہ اک زخم پہلو شگاف(2)
کہ نکلا طرف پشت سے سوئے ناف
لگی جس گھڑی تیغ پہلو گذار
ہوئی اس کے خون سے زمین لالہ زار
گرا جبکہ دارا باین زخم تیر
بر آئی جہان میں عجب رستخیز
درخت کیانی در آیا بخاک
ہوا خون سے غلطان تن زخم ناک

"انفضت(3) جموع دارا' واقبل الاسکندر حتی وقف علی دارا صریعا"
دارا کے لشکر تتر بتر ہو گئے اور سکندر پیش قدمی کر کے دارا کے پاس پہنچا۔ دارا زمین پر پڑا تھا۔

سکندر گھوڑے سے اترا اور دارا کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ ابھی اس میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔ سکندر کا جی بھر آیا اور کہا:

"اے میرے بھائی اگر آپ جانبر ہو گئے تو میں آپ کا ملک آپ کے سپرد کر دوں گا۔ مجھے جو وصیت کریں میں پوری کروں گا۔"

---

(1) [illegible] ص 92

(2) [illegible] نامہ [illegible] ص 93

(3) [illegible] ص 32

دارا نے سکندر اعظم کے الفاظ سن کر کہا:

اعتبرنی، کیف کنت امس، وکیف انا الیوم، الست الذی کان(1)
یھابنی الملوک، ویذ عنون لی بالطاعۃ ویتقوننی بالا تاوۃ، وھا انا (ذا)
الیوم صریع فرید بعد الجنود الکثیرۃ و السلطان العظیم"

مجھے دیکھیں اور عبرت حاصل کریں میں کل کیا تھا آج کیا ہوں۔ کیا میں وہی نہیں ہوں کہ بادشاہ مجھ سے ڈرتے تھے۔ میری اطاعت کا دم بھرتے تھے اور مجھے خراج دے کر اپنا تاج بچاتے تھے۔

سکندر نے جواب میں دیا: "تقدیریں نہ تو کسی بادشاہ سے اس کی ثروت کے باعث خوف کھاتی ہیں اور نہ کسی فقیر کو اس کی فاقہ کشی کے باعث حقیر جانتی ہیں۔ دنیا ایک چھاؤں ہے جو دیکھتے ہی دیکھتے ڈھل جاتی ہے اور پلک جھپکنے میں نکل جاتی ہے۔"

دارا نے کہا:

"قد علمت ان کل شی بقضاء اللہ و قدرہ(2) وان کل شی سواہ فان"

میں جانتا ہوں کہ ہر چیز خدا کے فیصلے اور تخمینے کے مطابق عمل میں آتی ہے اور اس کے سوا ہر شے فانی ہے۔

سہ(3) چیز آرزو دارم اندر جہان
بر آید با قبال شاہ جہان
یکی آنکہ بر کشتن بے گناہ
تو باشی درین داوری داد خواہ

---

(1) الاخبار الطوال، ص: 12
(2) ایضاً
(3) نظامی، سکندر نامہ، ص 126

دوم آنکہ بر تخت و تاج کیان
چو حاکم تو باشی نیاری زیان
دل خود بپردازی از تخم کین
نپردازی از تخمہ ما زمین
سوم آنکہ بر زیر دستان من
حرم شکنی در شبستان من
ہماں روشنک را کہ دخت منست
بد ان نازکی دست پخت منست

”میں نے جو اہل و عیال چھوڑے ہیں ان کے بارے میں آپ کو وصیت کرتا ہوں۔ یہ بھی التماس ہے کہ آپ میری بیٹی ”روشنک“ کو رفیقہ حیات بنا لیں۔ وہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میرے قلب کا حاصل تھی۔“ ”واسا ئلک(1) ان تتزوج روشنک ابنتی فقد کانت قرۃ عینی وثمرۃ قلبی۔“

اس کے بعد سکندر نے کہا :

تو سرسبز رہیو بشاہنشہی(2)
کیا میں نے سبزہ سے دل کو تہی
جو کی تو نے الفت سے یہ گفتگو
مجھے تین خواہش کی ہے آرزو
اول یہ کہ لے تو جو تخت کیان
نہ لانا حکومت سے اس پر زیان
دوم یہ کہ یہ قتل ہے بیگناہ

---

(1) الاخبار الطوال، ص: 32

(2) سکندر نامہ بری اردو، ص: 97

تفحص و انصاف سے اس کا ہو داد خواہ
سوم یہ کہ جو ہیں مرے زیردست
نہ ہو ان کی جانب تو خواہش پرست
مری ایک دختر ہے پاکیزہ فام
کہ ہے روشنک اسکا فرخندہ نام
کرے عقد سے اس کو تو سربلند
مبارک ہے وہ گوہر ارجمند
نہ پھیر اس سے منہ اے شہ نامور
کہ با نور بہتر ہے جرم قمر

پلوٹارک نے روشنک کو ایرانی نسل سے بتایا ہے لیکن ہیرولڈ لیم اس کے متعلق لکھتا ہے:

”رہی وہ شادی جو اس نے روشنک (رخسانہ) کے ساتھ کی جسے معلوم ہوتا ہے کسی تقریب میں رقص کرتے دیکھ کر وہ فریفتہ ہو گیا تھا۔ تو دراصل معاملہ عشق و محبت (1) کا تھا لیکن مناکحت ایسے موزوں وقت پر عمل میں آئی کہ اس سے دوسرا مطلب بھی خودبخود نکل آیا۔ یعنی مفتوح لوگ یہ دیکھ کر کہ سکندر جیسا ضابط شخص انہیں کی قوم کی ایک خاتون پر والہ و شیدا ہو گیا ہے (اگر اس کے باوجود اس نے جب تک قانون و قاعدے کے بموجب اس کے اہل خاندان سے اجازت نہ لی وہ اپنی معشوقہ کو زوجیت میں لینے سے باز رہا) وہ بہت مطمئن اور مسرور ہو گئے اور اپنے آپ کو یونانیوں سے زیادہ قریب سمجھنے لگے۔“

بہار فریدون و گلزار جم (2)
ہوئی باد صرصر سے تاراج غم

---

(1) ہاشمی فرید آبادی، سکندر اعظم، حیدر آباد دکن، ص: 158

(2) سکندر نامہ بری اردو، ص: 94

نسب نامہ دولت کیقباد
ورق پر ورق لے گئی تند باد
یہی رسم ہے اس گذرگاہ کی
کہ جاری ہے آمد شد اس راہ کی(1)
کسی کو تو لاویں یہاں تیز تر
کسی کو کہیں جلد یاں سے گذر
نہ کر زیر افلاک ہرگز نشاط
نوردیدہ ہو عاقبت یہ بساط
شہ ملک ہے یا کہ ملک شاہ
یہ سب راہ غم کی ہے یا رنج راہ
نہ معلوم اس تختہ خاک پر
ہوئے نقش کتنے مٹے کس قدر
یہ دو رنگ ہے بارگاہ فلک
نہیں تجھ سے یکساں کبھی گور تلک
فلک وارگا ہے کرے سر بلند(1)
درندوں میں گاہے کرے دیو بند
نہیں عیش دنیا مگر چند روز
نہیں اس سے حاصل مگر درد و سوز
یہاں کی تو روزی پہ رغبت نہ کر
اگر آب حیوان ہے تو تشنہ مر
یہ مردم کہ سیرت میں ہیں دام و دد
تو ہے ان سے پنہاں کہ ہیں سخت بد

---

(1) سکندر نامہ بحری، ص: 98

ہوا اس لئے شیر صحرا پسند
وفا کا نہ دیکھا کوئی پای بند
ہوئے گم جو تھے آدمی کام کے
رہے وہ جو ہیں آدمی نام کے

سکندر نے دارا کا خزانہ عامرہ دیکھا تو اس میں رنگا رنگ کے جواہرات از قسم زمرد، یاقوت، زبرجد، الماس پائے۔ شاہی اصطبلوں میں تازی اور ایرانی گھوڑے تھے۔ ان کے پاؤں میں سنہری کڑے پڑے ہوئے تھے۔ خطا و ختن کے خوبصورت سولہ سترہ سال کی عمر کے غلام تھے۔ جنہوں نے اپنی کمر کے اردگرد سنہری پٹکے باندھ رکھے تھے۔ اسلحہ اور دیگر سازو سامان شمار و قطار سے باہر تھا۔ سکندر طامع نہ تھا اس نے اس قیمتی خزانے کو دیکھ کر پہلے تو درگاہ ایزدی میں اپنا سر عجز و انکساری سے جھکایا اور اس کے بعد تمام درباریوں کو خواہ وہ اعلیٰ عہدے پر فائز تھے یا کم درجہ کے تھے بلا تفریق مال و زر سے نوازا۔

درباریوں پر فیاضی کے بعد شاہ عالم پناہ نے ایران کے عمر رسیدہ اشخاص کو اکٹھا کیا تمام بزرگ شاہ کی ملاقات سے بہت خوش ہوئے۔ ان عمر رسیدہ اشخاص نے سکندر کو اپنے عہد و پیمان کا پابند پایا۔

ہوا ان کے آنے سے خوش وقت شاہ
کیا ان کو خوش دل با حوال و جاہ
جدا ان سے یہ عہد و پیمان کیا
نہ ہو فرق رتبے میں ان کے ذرا

بعد ازاں ان کو شاہی خزانہ سے مال و زر اس قدر دیا جو بے حساب تھا۔

جو ایران کے لوگوں نے دیکھا یہ حال
کیا دور تب سرکشی کا خیال

دھرا سب نے شہ کی اطاعت پہ سر
ہوئے اپنے لائق سبھی بہرہ ور
شہنشاہ پر سب نے کی آفرین
کہ ہو تیرا یاور سپہر برین
سر تخت جمشید ہو تیری جا
شہ سروران ہوں ترے زیرپا
جو دارا گیا اس جہان سے گذر
تو تو ہے ہمارا شہ داد گر
نہ ہو گا کوئی تجھ سے برگشتہ سر
چلیں گے ہمیشہ تری رائے پر

سکندر اعظم کی دوسری خوبی یہ بھی تھی کہ وہ ارسطو کا شاگرد ہونے کے باعث جمالیت پرست (Aesthete) تو تھا لیکن عورت کی جانب مناسب میلان رکھتا تھا۔ ایرانی خواتین کو جواہرات و زیورات بخشنے کے بعد ان کی تنخواہوں میں اچھا خاصا اضافہ کر دیا۔

"Furthermore, beholding the other Persian ladies besides which were prisoners, what good fair women they were, he spake it pleasantly, that the Ladiese of Persia made men's eyes sore to behold them. Notwithstanding, preferring the beauty of his continency before their sweet fair faces, he paused by without any spark of affection towards them, more than if they had been images of stone without life.

سکندر نے جب دیکھا کہ تمام ایرانی مطیع و منقاد ہو گئے ہیں تو وہ دونوں قاتلوں کو بلایا۔ انہیں مال و دولت دیا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا پھر انہیں ٹھکانے لگایا گیا۔

اخبار الطوال میں ہے:

فامر الاسکندر بقاتلیه، فصلبا علی قبر دارا، فقالا: ایها الملک الم تزعم انک ترفعنا علی جنودک

سکندر نے حکم دیا کہ دارا کے دونوں قاتلین کو اس کی قبر پر لٹکا دیا جائے۔ اس پر انہوں نے کہا۔ بادشاہ سلامت آپ کو اس بات کا خیال نہیں کہ آپ ہمیں اپنے عساکر سے بلند کر رہے ہیں۔

سکندر نے کہا "ہاں کر رہا ہوں۔"

ثم امر بهما، برجما حتی ماتا

پھر سکندر نے حکم دیا کہ ان دونوں کو سنگسار کر دیا جائے۔ چنانچہ انہیں سنگسار کر دیا گیا۔

انہیں قتل کرنے سے پہلے وہ مال و زر دیا جس کا ان سے اقرار کیا گیا تھا پھر انہیں پھانسی پر چڑھایا گیا:

دیا ان کو پہلے وہی مال و زر
کیا جس کا اقرار تھا پیشتر
کھچے پھر وہ دونوں ستم گر بدار
ہوئے اپنے کردار بد سے وہ خوار
نہ بخشا سکندر نے ان کا گناہ
دکھایا انہیں بھی وہی دن سیاہ
نظارہ کناں شہری و لشکری
بانصاف و آئین اسکندری
بیک بار سب آفرین خواں ہوئے

سکندر اعظم نے مجلس شاہی آراستہ کی اور فریبرز (Fraburz) حکیم کو اپنے پاس

بلا کر پوچھا کہ تو نے اس قدر عمر رسیدہ ہونے کے باوجود اور تجربہ کار ہوتے ہوئے بھی دارا کو نصیحت نہ کی۔

سنا جب فریبرز نے یہ کلام
کہا شہ سے اے سرور نیک نام
رہے تو جہاں میں سدا برقرار
ترا ملک و دولت رہے پائیدار
کئے میں نے دارا کو ہرگونہ پند
ہوا پر کسی کا وہ نہ پاے بند
بہت شمع روشن کہ بے دو تھیں
دکھائیں اسے پر وہ بے سود تھیں
جو تھا تیری قسمت میں یہ تخت و جام
نہیں آیا اس سے مگر کار خام

اس حکیم فرزانہ نے مزید کہا: اے بادشاہ سلامت آپ آزاد اور نوجوان ہیں۔ تخت کیاں آپ سے آباد ہوا ہے آپ نے جوانی میں تاج و تخت حاصل کیا ہے۔ شباب کے عالم میں لوگوں کی داد خواہی کر اور جب عمر رسیدہ ہو جائے تو تاج و تخت کو چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کرنا جیسا کہ کیخسرو دارا و کیقباد نے بڑھاپے میں حکومت سے طع تعلق اختیار کر لی تھی اور دنیا کے امور چھوڑ چھاڑ کر گوشہ نشین ہو گئے تھے۔

اسی رو سے کیخسرو و کیقباد
نہ لاتے تھے شاہی کو پیری میں یاد

* * *

ملک بردع میں اس زمانے میں نوشابہ حکمران تھی۔ وہ زیرکی، عقل و دانش اور م و فراست میں اپنی نظیر آپ تھی۔ اس ملک میں ہر قسم کی نعمتیں بافراط تھی۔ اس وبصورت سرزمین کی مٹی زعفران جیسی تھی۔

وہاں ایک عورت تھی فرمان روا
کہ نام اس کا نوشابہ مشہور تھا

نوشابہ پختہ، روشن دل، روشن ضمیر، فرشتہ منش تھی۔ اس سرزمین کی خدام خوبصورت عورتیں تھیں جو دن رات اس کی خدمت میں کمربستہ رہتی تھیں۔

گزر مرد کا تھا نہ ہرگز وہاں
نہ تھا شہر میں کوئی غیر ذی شعور
جو کرتی تھیں انجام شاہی امور
معین تھے ہر سمت اس کے غلام
اسی سمت رہتا تھا ان کا قیام
کسی کو نہ تھی خوف بے یہ مجال
کرے شہر کا اس کے ادراک حال
یہ کیا ملک ہے کون ہے مرزبان

وہ اس امر پر فخر کرتی ہے کہ وہ کیانی نسل سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے حشم و خدم کا یہ عالم تھا:

زنان سمن سینہ و سیم ساق
بہر کارد خدمت بے چست و طاق
فرشتہ کہیں ان کو دیکھے دلیر
گرے بے خودی میں فلک سے بزیر

نوشابہ کے ملک کے باغ کا ایوان اس طرح ان خوبصورت خواتین ہے گویا کہ رات کو چراغ روشن ہوں۔ ان کی آرائش و زیبائش کا یہ عالم ہے:

بہ لعل و گہر گردن و گوش پر
خجل جن دیکھے سے ہوں بادہ خور

ان خواتین کے الحان کا یہ عالم ہے کہ انسان پر سننے سے وابستگی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یہ خواتین روز و شب اس کی ہمراز اور اس کے محل کی کار پرداز ہیں۔

نہ جانیں ہیں کیا ان میں افسون گری
کہ غلبہ سے شہوت کے ہیں سب بری

ان کا ساتھی کوئی انسانی روپ میں نہیں ہے۔

نہیں ہے رفیق ان کا زیر کبود
بجز بادہ و نغمہ ہاؤ سرود

نوشابہ کا خوبصورت اور شفاف تخت سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا اور اس میں چاروں جانب خوبصورت موتیوں سے تزئین و آرائش کی گئی ہے۔

وہ رکھتی ہے گو اس قدر ملک و مال
مگر شوق طاعت ہے اس کو کمال

وہ طاعت گزار اس قدر ہے کہ ساری رات عبادت میں بسر کرتی ہے۔

بدیدار نوشابہ دل نواز
دل شاہ میں از بس آیا نیاز
کہ تاراز سے اس کے ہو باخبر
کرے سازو سامان یہ اس کے نظر
یہ دیکھے کہ ہے اس کا کیا فرو جاہ
مخالف ہے وہ مجھ سے یا عذر خواہ

1۔ سکندر نامہ بری، مطبوعہ منشی نو لکشور، ص 132

ملکہ نوشابہ کے جاہ و جلال، کروفر، فہم و فراست اور حسن و جمال کا ذکر سن کر سکندر اعظم نے سفیر کا روپ اپنایا اور خوش سیرت نوشابہ کے دربار کی جانب روانہ ہوا۔

کنیزوں کو اس کی ہوئی جب خبر
گئیں شہزادی کے نزدیک تر
کہا اس سے اے نیک اختر بتول
یہ دیکھو سکندر کا پہنچا رسول
یہ سن کر بائین مردم فریب
مکانات شاہی کو دی اس نے زیب
زنان پری چہرہ سب یکدگر
ہوئیں ایستادہ بدر بار و در
ہوئی تخت دولت پہ خود جلوہ گر
کیا اس کو فرخندہ با زیب وفر

جب وہ روشن چراغ کی طرح چمکتی دمکتی جلوہ گری کی خاطر آئی تو اس کے چہرے پر بہت رونق تھی:

کیا حکم تا قاصد شہریار
در آوے بایوان مینو نگار
ہوا جب کہ حاضر وہ قاصد دلیر
گیا روبرو چون خرامندہ شیر

سکندر اعظم نے کمربند اور تلوار کو کھولا اور آداب خدمت نہ بجا لایا۔

نہانی جو کی شاہ نے وان نظر
تو دیکھا پر از حور دربار و در

زبس گوہر و گوش گوہر کشاں
ہوئی چشم بینندہ گوہر فشاں
یہ تابندہ یاقوت و رخشندہ لعل
ہوئے آتشیں چلنے والوں کے نعل

جب نوشابہ نے قاصد کا یہ ٹھاٹھ باٹھ دیکھا تو اپنی فراست کی بنا پر بھانپ گئی:

کہ یہ کاروان مرد آہستہ رائے
نہ لایا جو آداب خدمت بجائے
یہ ہے شاہ بالذات قاصد نہیں

نوشابہ نے شرم و حیا سے اپنے رخساروں کو چھپا لیا اور مدح سرائی کرنے لگی۔

کیا پھر سکندر نے اس سے کلام
برسم رسولان بصد احترام
کہا اس سے اے بانو نیک نام
شہنشاہ کا تجھ سے ہے یہ پیام
ہوا کیا کہ پھیری جو مجھ سے عنان
نہ کیوں میری جانب ہوئی تو روان

میری جانب سے تجھ پر کیا ستمگری اور ستم رانی ہوئی کہ تو نے خدمت گری میں قدم نہ رکھا میری تلوار سے تیز کوئی تیغ نہیں ہے اور میرے تیر و پیکاں سے کوئی مفر نہیں۔ لہذا یہ طے ہے کہ تو شاہ کی خدمت حاضری دے۔ میرے سامنے سر تسلیم خم کر اور میرے غیظ و غضب سے ہرگز نہ ڈر میرا تیرا ملک سے گزرنا تجھ پر بڑی کرم فرمائی ہے۔

ہوئی کیوں نہ حاضر مرے در پہ تو
لپیٹا بھلا کس لئے مجھ سے رو
جو گذرا کیا میں نے اس کو معاف
تو حاضر ہو اب بادل بے خلاف

ملکہ نوشابہ نے پھلوں اور میووں کا اہتمام کر رکھا تھا اس پر تشکیک کا اظہار کیا:

بمیخانہ و میوہ کرتی ہے ریب
تو کھانوں سے دیتی ہے مجھ کو فریب
مجھے دید تیری بفرہنگ ورائے
مبارک ہے مانند ظل ھمائے
مناسب ہے کہ وقت سحر ہو سوار
پہونچ جلد تر تو سو شہریار

شاہ نے اپنے ماضی الضمیر کا اظہار کرنے کے بعد جواب کی امید میں سر جھکا لیا۔

سنے جب کہ نوشابہ نے یہ سخن
تو کھولا تکلم سے قفل دھن
کہا تجھ پہ صد آفرین اے شہا
کیا تو نے پیغام خود خودادا

نوشابہ کہنے لگی کہ مجھے شان و شوکت کے اس قدر اظہار کے باعث علم ہوا ہے کہ تو قاصد نہیں بلکہ خود شاہ ذی جاہ ہے۔

ڈراتا ہے تیغ سکندر سے کیا
تو ہے خود وہی اپنا پارہ بتا
بلا کر مجھے پڑ گیا خود بدام

نظر پختہ تر کہ یہ ہے کار خام
تجھے میرا اقبال لایا یہاں
مرے زور طالع کا ہے یہ نشان
سنی جب سکندر نے یہ گفتگو
کہا اس سے زیادہ نکر جستجو

یہ گفتگو سننے کے بعد اس نے کہا:

سکندر تو دریا ہے میں جوئے آب
نرکھ تہمت سایہ بر آفتاب

تو اپنے دل سے بغاوت کی بوباس نکال اور سکندر کی تعظیم و اطاعت میں سر تسلیم خم کر تو شہنشاہ کو اس قدر حقیر سمجھی ہے کہ اپنا پیغام اپنی زبان سے ہی سنانے آ گیا ہے۔

بہت مجھ سے بڑھ کر ہیں اس کے رفیق
سفارت کا جو جانتے ہیں طریق

سکندر اعظم کے لبوں سے یہ کلمات سننے کے بعد نوشابہ یوں سخن سنج ہوئی۔

نہ کر مجھ سے اے شاہ عالم فریب
نہیں تیرے رتبے کو ہرگز یہ زیب
ستیزہ نہ کر تو بایں داوری
تیری سب جہاں میں ہے نام آوری
ترا نام و پیغام ہے بس بزرگ
چھپا شیر کو مت تو با چرم گرگ

سفیر کو بھلا کیا مجال ہے کہ وہ میرے سامنے کورنش نہ بجا لائے۔

در آوے بہ تندی و خونخوارگی
بجز شاہ یہ کس کو تھی یارگی
کہا شہ نے روبہ کا کب ہے یہ کام
کہ شیروں کی جانب سے لاوے پیام
تیری آنکھ میں جو آزادہ ہوں
سکندر نہیں ہوں فرستادہ ہوں

مجھے اتنی قوت و قدرت نہیں ہے کہ میں بادشاہ سلامت کے پیغام میں تبدیلی کروں۔

اگر اس میں تندی کا ہے کچھ کلام
تو تو جان یا جس نے بھیجا پیام
جواب اس کا دے تو بدا نشوری
کہ تا میں کروں رجعت قہقری

نوشابہ بگڑ گئی اس نے بادشاہ کی تصویر منگوائی اور کہا:

دکھا کر اسے صورت بے نظیر
کہا کس کی یہ شکل ہے اے سفیر
سکندر نے دیکھا جو تصویر کو
گیا بھول سب اپنی تقریر کو
ہوا جب یہ معلوم نوشابہ کو
کہ ہے خاطر شہ عبرت گرو
کہا اس نے اے خسرو کام گار
اسی طور ہے گردش روزگار
نہ کر خوف کچھ مہربان مجھ کو مان
تو اس گھر کو اے شاہ گھر اپنا جان

سمجھ تو مجھے اپنی کمتر کنیز
کہ ہے تو مرا مہمان عزیز

اگرچہ میں عورت ہوں لیکن مجھ میں عورتوں جیسی سیرت نہیں ہے اور نہ ہی میں امور عالم سے بے خبر ہوں۔

زن شیر ہوں جو تو ہے شیر مرد
چہ مادہ چہ نر شیر وقت نبرد
نہ لا صلح سے مجھ کو تو سوے جنگ
نہ کر لاف گردن کشی با پلنگ
کیا تو نے غلبہ سے جو مجھ کو زیر
تو کیسا ہوا ایک عورت پہ شیر
اگر تجھ پہ غالب ہوئی میں کہیں
ہوئی قائم انداز روئے زمین

دانا لوگ کہہ گئے ہیں کہ اپنے سے کم رتبہ کے ساتھ مقابلہ نہیں کرنا چاہیے۔ اگرچہ میں پردہ دار عورت ہوں لیکن کسی ملک کے حکمران سے غافل نہیں ہوں۔ میں نے ہر طرف مصور روانہ کیے کہ بادشاہوں کی تصویریں لے آئیں۔ میں نے سب تصویروں پر نگاہ ڈالی۔ سب میں سے تجھی کو کروفر اور جاہ و جلال والا پایا۔

یہ کلمات ادا کرنے کے بعد وہ تخت شاہی سے اتر آئی:

اتر تخت سے وہ زن نازنین
ہوئی روبرو شاہ کے کرسی نشین
باین زیب و زینت باین جاہ و فر
بخدمت گری چست باندھی کمر

اس ذہین و جمیل خاتون کے انداز و اطوار دیکھ کر سکندر اعظم نے سوچا:

ترازو ہے عورت کی شرم و حیا
دلیری ہے مردوں کی جانب روا
وہی زن ہے بہتر جو ہو پردہ دار
کہ آہنگ بے پردہ ہے ناگوار
اگر نیک ہوتا سر انجام زن
مزن نام عورت کا ہوتا نہ زن

الغرض طویل مکالمات کے بعد نوشابہ نے لونڈیوں کو ماکولات و مشروبات لانے کا حکم صادر فرمایا:

کھلایا شہنشاہ کو وہ طعام(1)
ہوئی خدمت شاہ سے شاد کام
ہوا بعد ازاں اس سے رخصت وہ شاہ
لیا اس سے ملکہ نے عہد پناہ
جب ایوان شاہی سے باہر ہوا
تو لایا وہ شکرانہ حق بجا

رات کا وقت ہوا۔ آفتاب غروب اور چاند طلوع ہوا۔

سکندر گیا راحت خواب میں(2)
پڑے پردے خیمہ کے ہرباب میں

رات بھر آرام کرنے کے بعد سکندر اعظم علی الصبح بیدار ہوا۔ نوشابہ سکندر اعظم کے کیمپ کی جانب روانہ ہوئی۔

(1) سکندر نامہ بری، ص: 141

(2) ایضاً، ص: 142

پری چہرہ نوشابہ بافرو جاہ
برآمد ہوئی شہر سے ہمچو ماہ
کنیزیں تھیں گرد اس کے پرویں مثال
پراز لعل و یاقوت سب بال بال

سکندر اعظم کی سپاہ پر جب پری چہرہ نوشابہ کی نگاہ ناز پڑی تو ہر جانب خیمے اور لشکری دکھائی دیے۔ سنہری جھنڈے جا بجا کھڑے تھے جن کے باعث زمین سبز فام دکھائی دیتی تھی۔

سردی کا موسم تھا جب سکندر نے ملاقات اپنی آئندہ رفیقہ حیات سے ہوئی۔ اس کی فوج مخالفین کے گروہ کا تعاقب کرتی ہوئی ایک ایسے قلعے کے پاس پہنچ گئی جو ایک بلند چٹان پر برج کی طرح کھڑا تھا۔ لوگ اسے صحرائے سغد کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ مدافعین اس بلند قلعہ میں داخل ہو گئے تھے جس میں سامان رسد با فراط جمع تھا۔ اس مقام کے قدرتی استحکام کے سرسری معائنے سے مقدونیوں پر آشکارا ہو چکا تھا کہ اس پر نہ تو یورش ہو سکتی تھی اور نہ ہی اسے مسخر کیا جا سکتا تھا۔ چٹان کی چوٹی پر برف موجود تھی جس سے اہل باختر---- کو ضرورت کے مطابق پانی مل سکتا تھا۔ سکندر نے ان کی بڑی خاطر مدارات کی اور انہیں کہا کہ اپنے گھروں میں واپس آ جاؤ تو تمہیں مکمل طور پر معاف کر دیا جائے گا۔ اہل باختر نے اس پیش کش کا مذاق اڑایا اور چیخ کر جواب دیا کہ واپس جا کر ایسا لشکر ساتھ لاؤ جس کے پر ہوں۔ در آں صورت اس امر کا امکان ہے کہ اڑ کر ہم تک پہنچ سکو۔

سکندر نے سن رکھا تھا کہ باختر کا ایک رئیس اپنے خاندان کے ساتھ سغد کے صحرا میں پناہ گزین ہو گیا ہے اور اسے تسخیر کرنا محال ہے۔ مدافعین کے مقابلہ کے عزم نے سکندر کو بہت غصہ اور جوش دلایا۔ ساتھ ہی اس کے ذہن میں ایک عجیب تدبیر آئی۔ اس نے اپنے اگریانی سواروں کو بلایا جو پہاڑوں پر چڑھنے میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور ان کے سامنے یہ پیش کش رکھی گئی کہ جو شخص سب سے پہلے چوٹی پر پہنچے اسے 12 ٹیلنٹ انعام دیا جائے گا اور جو شخص سب سے بعد پہنچے اس کی نذر بھی کچھ نہ کچھ مسکوکات کئے جائیں گے۔ سکندر اعظم نے کہا:

”میری تجویز یہ ہے کہ رات کے وقت اس ٹیلے پر اس جانب سے چڑھو جس طرف سے یہ بالکل عمودی ہے۔ اور گمان کیا جاتا ہے کہ اس جانب سے رسائی ممکن نہیں۔ صبح تک اوپر پہنچ کر وہاں جا کر کھڑے ہو۔ چٹان کی مجوزہ جانب سے چڑھائی ناممکن خیال کی جانے کے باعث کوئی حفاظتی تدبیر نہ اختیار کی گئی تھی۔ پہرے دار تک موجود نہ تھا۔ 300 تجربہ کار کوہ نورد جوانوں نے رضا کارانہ طور پر اپنی خدمات پیش

کیں۔ انہوں نے چٹان کے اس حصے کا معائنہ بنظر تعمق کیا۔ اپنے ساتھ خیموں کی آہنی میخیں اور پٹ سن کے لچکدار رسے رکھ لئے۔ سکندر نے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک پرچم دے دیا جو انہوں نے اپنی کمر کے گرد لپیٹ لیا۔ زمستان کی خنک رات میں وہ چڑھنے لگے۔ یہ جوان جہاں مناسب سمجھتے کیل ٹھونک لیتے۔ جہاں ممکن ہوتا رسے باندھ لیتے۔ تاریکی کے باعث 30 جوان نیچے گر گئے۔ دوسرے روز ان کی نعشیں تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکیں۔ باقی جوان سورج طلوع ہونے کے بعد چوٹی پر جا پہنچے اور انہوں نے اشاروں سے اپنی کامیابی کا اعلان کر دیا۔ افسروں نے باختریوں کو فورا” پکار کر کہا:

> ”پہاڑی لوگو! وہ دیکھو ہمیں پروں والے سپاہی مل گئے‘ وہ
> تمہارے سروں پر کھڑے ہیں۔ غور سے دیکھ لو۔“

اہل باختر نے مسلح سپاہیوں کو بلندی پر پرچم لہراتے دیکھا تو سمجھ لیا کہ واقعی پردار سپاہی پہنچ گئے۔

یہ تدبیر کامیاب ہوئی اور سغد کے اس انتہائی مستحکم قلعہ کا سردار تفویض قلعہ پر مجبور ہو گیا۔ سکندر نے ایک شام قبل پہاڑ پر چڑھنے والوں کو اوپر چڑھنے اور پرچم لہرانے کی خوب مشق کرا دی تھی۔ پہاڑی لوگوں کی یہ آخری پناہ گاہ تھی۔ سکندر خود معائنے کے لئے اوپر جا پہنچا۔ باختری سردار نے طوعا” و کرہا” اسے راستہ دے دیا۔

وہ پھرتا پھراتا قلعے کے ایک حصے میں پہنچا تو ایک مکان میں سے ایک دوشیزہ نکل آئی۔ قاعدے کے مطابق وہ سکندر کے سامنے نہ جھکی۔ تن تنہا اطمینان سے کھڑی رہی تاکہ اس کا محب جو کچھ کہنا چاہے کہہ لے۔ اس کی زلفیں جو سیاہ ترین شب یلدا کی مانند تھیں دونوں جانب سے گندھی ہوئی تھیں۔ وہ کسی حد تک خائف تو تھی تاہم وہ پیچھے نہ سرکی۔ اس کے حسن و جمال کا یہ عالم تھا کہ ایک بار اس کے چہرے پہ نگاہ پڑ جاتی تو اس کا ہٹانا ممکن نہ ہوتا۔ دھوپ سے اس کے سر کے بال چمک رہے تھے۔ سکندر نے اس کا نام پوچھا تو جواب ملا: ”روشنک‘ (رخسانہ Roxana یعنی دخت نور“)

باختری Bactarian رئیس کی قرۃ العین یونانی زبان سے بالکل نا آشنا تھی لیکن سکندر اعظم کے قلب میں کوئی بھولی بسری یاد تازہ کر دی چنانچہ اس نے روشک کو پسند کر لیا۔ فوراً اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ پیچھے نہ ہٹی اس لئے کہ قواعد جنگ کے مطابق وہ اپنے آپ کو فاتح کا مال متصور کرتی تھی اور ذہنی طور پر ہر اس حکم کے متعلق تیار تھی جو اس کا آقا اس کے متعلق سرزد کرے۔ سکندر اعظم نے اپنی کلائی سے ایک کڑا اتارا چند لمحات اس کی طرف دیکھتا رہا بعد ازاں اسے روشک کے بازو میں پہنا دیا۔ ساتھ ہی یہ کہا کہ اسے پہنے رکھو میں تمہیں اپنی ملکہ بنانا چاہتا ہوں۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ حکیم نظامی گنجوی نے ابو حنیفہ دینوری کی طرح روشک کو دختر دارا قرار دیا ہے ان کا ایک مترجم رقم طراز ہے:

مبارک ہے وہ مرد ہنگام دی(1)
بہم جس کو ہو آتش و مرغ و می
بہت نار پستاں کو لاوے بدست
پڑے نارپستان پہ جس سے شکست
وہ اس ناروں بے بوقت بہار
کبھی وصل چاہے کبھی آب نار
جہاں تازہ تر ہو چو خرم بہشت
پھر اس وقت ہو گوشہ کاخ زشت

ایسے موقعہ پر وہ معشوقہ کی زلف کو پکڑ کر شاداں و فرحاں ہو کر باغ کی جانب روانہ ہو۔ اپنے لبوں کو پھولوں سے ملائے اور چند لمحات مسرت و شادمانی سے گزارے۔

---

(1) سکندر نامہ بری، ص 112

وہ لے ہاتھ میں کاکل دلستان
خرامان ہو شادان سو بوستان
گل آگین کرے چشمہ قند کو
گزارے خوشی سے دم چند کو

بہرحال اس کا نسب خواہ کوئی بھی ہو وہ سکندر اعظم کی پہلی بیوی تھی۔ ”سکندر کی دوسری بیوی استاتیرا داریوش سوم کی بیٹی تھی۔ جس کے ساتھ سکندر اعظم نے دارا کی وفات سے کچھ ہی عرصہ بعد شادی کی تھی۔ سکندر کی تیسری بیوی برسین تھی جو داریوش سوم کے سپہ سالار ممنون کی بیوہ تھی۔“

استاذی المکرم کی مندرجہ بالا تحریر ابوحنیفہ دینوری کی غلطی کی نشاندہی کرتی ہے کہ ردشک وخت دارا تھی۔

رخسانہ برسین جیسی تعلیم یافتہ اور مہذب نہ تھی لیکن اس کے خیالات دو امور پر مرتکز تھے ایک تو مذہب پر اور دوسرے خداوند مجازی یعنی خاوند پر لہٰذا وہ سکندر اعظم کے عسکریوں کی ناپسندیدگی کے باوجود سکندراعظم کی توجہ کا محور بن گئی۔ انہی ایام میں سکندر اعظم کو ایک اور صدمہ برداشت کرنا پڑا یہ صدمہ مقبول جرنیل پار مینو اور فلوٹس کی ہلاکت کے باعث تھا۔ اس افسردگی کے باعث اسے بے خوابی کا عارضہ لاحق ہوگیا۔ وہ رات کا بیشتر حصہ نئے نظام مملکت کے متعلق کارگزاریاں اور رپورٹیں سننے میں صرف کر دیتا۔ کارگزاریوں کے اختتام پر وہ میوے اور نبیذ لے کر میز پر لیٹ جاتا ملکہ رخسانہ کے علاوہ اس کے خاص درباری اس کے پاس ہوتے کبھی ان کی باتیں سنتا اور کبھی انہیں مختلف موضوعات پر اپنی گفتگو سے محظوظ کرتا۔

فلوٹس بن پار مینو کے دو دیگر بھائی میدان کارزار میں قبل ازیں ہلاک ہو چکے تھے۔

دریں اثنا یونان سے کچھ مزید لشکری اپنے عظیم سپہ سالار کے مفتوحہ علاقے دیکھنے اور اس کی کمک کی خاطر آئے تھے۔ ان میں سے ایک اونی سی کرائی ٹس

(Onesicritus) تھا۔ اس شخص نے ملکہ رخسانہ کی شادی کے واقعات کے گرد ایک عجیب داستان کا اختلاق کیا۔

اس کے خود پر عقاب کے دو پر لگے ہوئے تھے۔ وہ ایک تاریک سرزمین میں گھس گیا جہاں ایک ماہ تک سفر جاری رہا۔ فردوس میں پہنچ گیا جو تمازت آفتاب سے جگمگا رہا تھا۔ نیاگاں اس سفر میں سکندر کا محافظ رہا۔

بعد ازاں اس داستان میں یہ اضافہ کر دیا گیا کہ سکندر اہورا مزدا کی روح سے ہم کلام ہونے کے لئے اس پہاڑ پر گیا تھا۔ بعد ازاں اس افسانے میں ایک دیگر ارغوانی پیوند لگایا گیا کہ اس سفر میں سکندر نے ایک طویل و عریض دیوار تعمیر کرائی اور اس پر تیل ڈال کر اسے آگ لگا دی۔ اس دیوار کو دیوار آتشیں نے نام مجھے موسم کیا گیا۔

سیاہ فام کلائی ٹس (Clitus) ایک رجمنٹ کا کماندار تھا وہ لے نس (Lanice) کا بھائی تھا۔ لے نس سکندر اعظم کے بچپن میں اس کی انا رہ چکی تھی۔ اس لحاظ سے سکندر کو کلائی ٹس سے دودھ بھائی کی نسبت تھی۔ لینس کے بیٹے یونان کی ابتدائی جنگوں میں ہلاک ہو چکے تھے۔ لہٰذا اب کلائی ٹس ہی ان کا واحد سہارا تھا۔ اس کلائی ٹس نے دریائے گرینی کس کے معرکہ میں سکندر اعظم کی جان بھی بچائی تھی۔ یہ شخص ایمان دار اور مخلص تھا اگرچہ زیادہ زیرک اور دانا نہ تھا۔ اسے ایرانی اوضاع و اطوار سے سخت نفرت تھی۔

ایک روز کلائی ٹس کے متعلق سکندر اعظم نے ایک محافظ سپاہی کو پوچھا کہ آج کلائی ٹس نہیں دکھائی دے رہا۔ محافظ سپاہی کوئی جواب نہ دے سکا۔ تاہم اس کے نزدیک بیٹھے ہوئے ایک اور سپاہی نے سکندر اعظم کو مخاطب کر کے کہا کچھ دیر قبل میں نے کلائی ٹس کو دو مینڈھوں کو قربان گاہ کی طرف لے جاتے دیکھا ہے۔ سکندر اعظم نے اس محافظ کو کہا کہ اسے جلد تلاش کر کے میرے پاس لاؤ۔

چند منٹوں کے بعد کلائی ٹس آ موجود ہوا۔ مینڈھے اسکے پیچھے آ رہے تھے۔ اس

کے سینگوں پر قربانی کا تیل لگا ہوا تھا۔ کلائی ٹس نیم وارفتگی کے عالم میں تھا۔ اسے علم نہ تھا کہ مینڈھے بھی اس کے عقب میں آ رہے ہیں۔ آتے ہی یوں گویا ہوا:

"لو سکندر میں آ گیا ہوں۔" جملہ حاضرین حیران و ششدر تھے کہ مینڈھوں کو ساتھ کیوں لے آیا۔ سکندر اعظم کے وجیہہ چہرے پر غصے، خشونت اور درشتی کے آثار نمایاں ہوئے۔ اس نے کلائی ٹس کو اشارے سے بیٹھنے کا کہا۔ کسی نے پھر صدا لگائی:

"مغرب برا ہے اور مشرق بہترین ہے"

کلائی ٹس نے پہلی دفعہ یہ سنا کہ باختریوں کے سامنے راہ فرار اختیار کر لینے کے باعث مقدونویوں کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ اس نے غصے سے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا پیالہ زمین پر زور سے دے مارا اور کہا جن لوگوں نے ان پہاڑیوں پر جانیں قربان کر دیں۔ وہ ان سے کئی گنا ارفع تھے جو یہاں ان کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ کلائی ٹس کو یہ بھی غصہ تھا کہ وہ (Zeus) دیوتا کی قربانی کو جا رہا ہے:

"We have watched the origin of Zeus in the Vedas, where Dyaus, the same work is clearly the bright, the warming, the cheering the enlivening sky, and where Dyaush pita, Heaven-father, shows us one of the first step in Aryan mytholoy."

پروفیسر میکس میولر فرماتے ہیں کہ ہم نے زیس کا ماخذ ویدوں میں تلاش کیا ہے جہاں دایوس وہی لفظ واضح طور پر چمکدار، تاباں، بشاش، مسرور، زندہ تابندہ آکاش کے معانی کا حامل ہے۔ اس کے ساتھ ہی میکس میولر لکھتے ہیں کہ:

(1)"Remember that this Dyaush pitar is the same as the Greek Zeus , and the Latin Jupiter" (F.Max Muller :

(1) Natural Religion ---- the Gifford lectures delivered 1898, P. 410)

میکس میولر نے پروفیسر Gruppe کے دعویٰ کا ابطال کیا ہے اور سنہیتا (Sanhita) کے رگ وید جلد اول کے صفحہ 249 کا حوالہ دیا ہے۔

کلائی ٹس کو خبردار کرتے ہوئے ایک شخص نے کہا:

"کلائی ٹس ہوش کی بات کرو۔ جانتے ہو تم کن کی مذمت کر رہے ہو؟"

کلائی ٹس نے ایک بار پھر ایک بھرا ہوا پیالہ اٹھایا اور بڑبڑاتا رہا۔ ہیرولڈ لیم لکھتا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے ذہن میں ایک وقت میں ایک ہی خیال آ سکتا تھا وہ یوں گویا ہوا:

"میں بہترین آدمیوں کا ذکر کر رہا ہوں جنھوں نے فلپ کے سر پر فتوحات کا تاج رکھا، ہاں، میں کائی رونیا اور تھی بیز کی فتوحات کا ذکر کر رہا ہوں۔"

کلائی ٹس نے اب اردگرد نظر ڈالتے ہوئے سکندر اعظم سے پوچھا:

"بتاؤ تم ان لوگوں کو بزدل کہہ رہے ہو؟"

سکندر نے چلا کر کہا: "زبان بند کرو" ساتھ ہی محفل پر سکوت طاری ہو گیا۔ کلائی ٹس نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔

"ہاں، اب ہم جو آزاد پیدا ہوئے ہیں اپنے دل کی بات نہیں کہہ سکتے اب ہم فلپ کے بیٹے کے چمکدار اور سفید کمربند کے آگے کورنش نہ بجا لائیں تو سزا وار خیال کیے جاتے ہیں۔"

درباریوں میں سے بزرگ اشخاص کلائی ٹس کے گرد جمع ہو گئے اور اسے پکڑ کر ہلایا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے زخمی بازو آستیں سے باہر نکال کر کہا۔ "یہی بازو ہے جس نے گرینی کس کے دریا میں فلپ کے بیٹے کی جان بچائی تھی اور اب؟ اب کلائی ٹس اس سے بات بھی نہیں کر سکتا۔ سکندر اعظم نے کہا:

"کلائی ٹس! تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہو، تمہیں سرزنش نہیں کیا جائے گا۔"

کلائی ٹس نے پہلوان کی طرح سر کو جنبش دی اور دیگر افسروں کو پیچھے ہٹا دیا پھر کہنے لگا:

"آہ ہم مقدونوی لوگ ایرانی افسروں کی اجازت کے بغیر زبان بھی نہیں ہلا سکتے۔ ہم تمہارے تاباں' سفید کمر بند کے سامنے جھکے بغیر کچھ کہہ نہیں سکتے۔ نہیں۔ نہیں ..... ہمیں جو سزا مل چکی ہے اس سے زیادہ کیا سزا دو گے؟"

سکندر اعظم کو اپنے عظیم استاد ارسطو کا قول یاد آگیا جس کا مفہوم ہے۔

It is not only necessary what to say but it is also necessary to say it in a proper way.

یہ گستاخانہ کلمات سنتے ہی سکندر اعظم اپنی جگہ سے اٹھا اور تلوار سنبھالنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ علم مثلث کا موجد بطلیموس اس کے شمشیر بردار کو خیمے سے باہر لے گیا۔ سکندر اعظم نے مقدونوی زبان میں ترنائی کو بلایا۔ ترنائی بے حس و حرکت ایستادہ تھا۔ سکندر اعظم نے اسے ایک گھونسہ رسید کیا۔ کچھ اشخاص کلائی ٹس کو پکڑ کر خیمے کے دروازے سے باہر تاریکی میں لے گئے لیکن سکندر اعظم زور زور سے پکار رہا تھا۔ "کلائی ٹس! کلائی ٹس!!"

یہ آواز سنتے ہی کلائی ٹس ایک دم لوٹا اور وہ خیمے کا پردہ ہٹا کر اندر آگیا۔ اگرچہ وہ نشے میں دھت تھا لیکن اس نے بادشاہ کی آواز سن لی تھی۔

"لو سکندر کلائی ٹس آگیا۔"

ساتھ ہی اس نے یونان کے تیسرے عظیم المیہ نگار یوری پی ڈیز (Euripides) کے ڈراما انڈروما کے (Andromache) کا شعر پڑھا:

"ALAS FOR SORROW, EVIL WAYS
ARE INTO GREECE CREPT NOWADAYS"

پلوٹارک نے صفحہ 57 بعد پر ان واقعات میں دیگر تبدیلیوں کے علاوہ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ مینڈھے دو کی بجائے تین تھے۔

"There were hree wethers that followed him"

ان صفحات پر مندرجہ ذیل عبارت سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ منجمین میں ارسٹانڈر کے علاوہ کلیومین ٹس (Cleomantis) اور لیکونین (Laconian) بھی تھے۔

نیز گزشتہ رات کو سکندر اعظم نے کلائی ٹس کو ماتمی لباس میں پارمینو کے دو آنجہانی بیٹوں کے ساتھ دیکھا تھا جو جنگوں میں وفات پا چکے تھے۔ ان کے نام (Castor) اور پولکس (Pollux) تھے۔

پلوٹارک نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ شام کے کھانے کے دوران ہوا اور شاعر کے کلام کے سحر کے باعث ہوا:

"At the supper time there were certain verses sung and made by a poet, called Pranichus (or as others say, of one Pierion) against certain Captains of the Macedonians

ایک لمحے کے بعد سکندر اعظم اٹھا اور اپنے خیمے میں پہنچ کر منہ کے بل گر پڑا۔ کافی دیر تک کسی کو اس کے قریب جانے کی جسارت نہ ہوئی۔ نہ اس نے کھانا نہ پانی طلب کیا۔ دوسرے روز انگزارکس ارسٹانڈر کو لے کر ڈرتے ہوئے خیمے میں پہنچا۔ سکندر اعظم نے جو لباس رات کو پہنا ہوا تھا اس میں ہی ملبوس تھا۔ اس کی آنکھیں رات بھر رونے کے باعث متورم تھیں۔ وہ کھانا اور پانی لائے۔ سکندر نے کسی چیز کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ ارسٹانڈر گھبرایا ہوا بولا "جو کچھ ہوتا ہے انسانی ارادوں کے مطابق نہیں بلکہ مشیت ایزدی کے مطابق ہوتا ہے۔ کلائی ٹس کی وفات بھی اسی امر کے تحت ہوئی۔

سکندر اعظم نے نگاہ اوپر اٹھائی اور کہا:

"لی نیس کا کوئی بیٹا باقی نہ رہا تھا۔ اب اس کا بھائی بھی موت کی آغوش میں جا پہنچا ..... میں ایک خاتون تھی ....."

انگزارکس نے تیزی سے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا:

"سکندر شاہ مقدونیہ اور شہنشاہ ایشیا بیٹھا ایک غلام کی طرح رو رہا ہے۔" اس طنز آمیز آواز نے سکندر اعظم کے قلب پر گہرا اثر ڈالا۔ کچھ دیر کے بعد وہ سو گیا۔ سر اپنے بازوؤں میں چھپا رکھا تھا۔ گویا وہ بے بسی کے عالم میں اپنے سر کو سہارا دیے ہوئے تھا۔

سکندر اعظم کی ذہنی اذیت کی کیفیت کا اظہار دیو جانس کلبی کے مکتب فکر کا پیروکار رومی مورخ آریان ذیل کے روکھے پھیکے الفاظ میں کرتا ہے:

> "سکندر سے یقیناً" سخت غلطیاں سرزد ہوئیں۔ خواہ یہ اس کے تحیر کا نتیجہ ہو یا غصے کا۔ میرے نزدیک یہ اغلاط تعجب خیز ہیں۔ وہ نوجوان تھا اور خوش نصیبی کی لہر بہر نے اسے منتہائے رفعت پر پہنچا دیا تھا۔ یہ امر بھی باعث حیرت نہیں کہ اس نے غیر متناسب انداز میں ایرانی شاہنشاؤں کے سے اطوار اپنا لئے تھے۔"

اس کے بعد آریان سلسلہ تحریر جاری رکھتے ہوئے لکھتا ہے:

"باقی رہے وہ لوگ جو اس کے اردگرد جمع ہو گئے تھے تو بادشاہوں کو ہمیشہ ایسے رفقاء کی ضرورت رہتی ہے۔ ایسے رفیق ہمیشہ بادشاہوں کو تشدد اور زیادتیوں پر برانگیختہ کرتے رہتے ہیں۔ ان کے اہم مفادات کا بھی کچھ خیال نہیں رکھتے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ ازمنہ قدیم کے حکمرانوں سے سکندر کے سوا کسی دیگر کو اس حد' تک پشیمانی نہیں ہوئی۔ بہت سے اشخاص قبل ازیں بھی موجود تھے اور اب بھی ہیں جو کسی گناہ کا ارتکاب کر گزرتے ہیں تو اسے صحیح قرار دے کر یہ غلطی کرتے ہیں کہ اسے پوشیدہ رکھیں۔ سکندر واحد شخص ہے جس نے کبھی ایسی کوئی بات نہیں کی۔"

برسین ایرانی جرنیل ممنون کی بیوہ سکندر اعظم کی نئی نویلی دلہن تھی۔ یہ شاہی خاندان کی شہزادیوں کی طرح ہی حسن و جمال میں عدیم النظیر تھی۔ اس کی عمر بھی سکندر اعظم کی عمر کے لگ بھگ تھی۔ سکندر اعظم نے پارمینو کے مشورے کے مطابق اس کو رشتہ ازدواج میں منسلک کیا تھا۔ برسین عموماً" اپنے خیمہ میں براجمان

رہتی اور خادماؤں کے ذریعے سے ضروری امور سر انجام دلوایا کرتی تھی۔ وہ اپنی خلوت گزینی پر شاکر و قانع تھی۔ وہ سکندر اعظم کے خیالات سے نابلد تھی وہ عسکری امور میں بالکل دخل نہ دیا کرتی تھی۔

وہ سکندر اعظم جیسے بہادر جرنیل کی بیوی بننے پر چنداں خوش نہ تھی۔ جس کا ثبوت ذیل کی تفصیلات سے ہوتا ہے:

> ”ایک روز برسین نے تانبے کا بنا ہوا سانپ نما کڑا پہن لیا یہ کڑا اسے ایک غلام نے دیا تھا۔ سکندر کی نظر جب اس کڑے پر پڑی تو اس نے اسے اس قدر زور سے اتارا کہ برسین کے بازو پر خراش سی آ گئی۔ سکندر نے بغیر عذر معذرت کئے اسے سمندر میں پھینک دیا۔ برسین کو ایک امر کی فکر ہر دم لاحق تھی وہ یہ کہ اس کے پاس ہاتھی دانت کی ایک خوب صورت سی ڈبیہ تھی اس میں جواہرات رکھے جاتے تھے اس کا تالا نہ ہوتا تاہم اس کے کھولنے اور بند کرنے کی تکنیک قدرے مختلف تھی۔ اس ڈبیہ کو برسین ہر وقت ساتھ رکھتی تھی اور صرف اس وقت کھولتی جب وہ علیحدہ ہوتی تھی۔ بسا اوقات وہ اسے چاندنی راتوں میں کھولا کرتی تھی۔ سانپ والا زیور سمندر میں پھینکنے کے بعد وہ برسین کے لئے طلائی کنگن لایا تھا۔ اس کنگن پر سفید جواہرات کی ترصیع تھی۔ وہ اپنے خاوند سکندر کی خوشی کی خاطر یہ زیور ہر روز پہن لیتی تھی اگرچہ اسے جواہرات میں سے کسی دیگر چیز کے استعمال کی عادت نہ تھی۔ ایک زور سکندر اعظم نے یہ ڈبیہ ڈھونڈ لی لیکن وہ اس سے کھول نہ سکا۔ برسین سکندر کے پاس آئی اور کہنے لگی: ”میری جان یقین رکھئے اس ڈبیہ میں آپ کے لئے سنکھیا نہیں ہے۔ یہ کہنے کے بعد اس نے ڈبیہ کھول کر

سکندر کے سامنے رکھ دی۔ اس ڈبیہ میں کانوں کی مرکیاں ایک بازو بند اور ایک چھوٹا سا تاج تھا۔ ان سب پر تحریر تھا۔ ''تحفہ محبت از ممنون۔''

سکندر نے اس ڈبیہ سے ایک طلائی کنگن اٹھایا اسے غور سے دیکھتا رہا پھر اسے بڑی خوش سلیقگی اور پیار و رافت سے برسین کے حوالے کر کے کہا: ''اس ڈبیہ کو دیکھنے کے بعد میں تمہیں یہ مشورہ دوں گا کہ تمہیں سکندر کے دئے ہوئے کنگن نہیں پہننے چاہیں۔''

برسین نے سکندر کے الفاظ کو کوئی اہمیت نہ دی۔

روشنک اس پریشانی کے زمانے میں سکندر اعظم کے لئے طمانیت کا باعث بنی۔ وہ برسین کی طرح ساکت اور کم گو نہ تھی وہ اسے زیادہ سے زیادہ وقت دیتی اور اپنی محبت کا مظاہرہ اطمینان بخش گفتگو اور بوس و کنار سے کرتی رہتی۔ اس کی عقیدت مندی، حد درجہ احترام کے باعث سکندر اعظم بھی اسے ٹوٹ کر پیار کرتا۔

وہ تھی اس پری چہرہ میں دلبری[1]
فدا جس پہ تھے آدمی و پری
وہ قامت میں تھی اپنے آزاد سرو
خرامیدگی اس کی رشک تدرو
فریبندہ چشم جفا جو لئے تیز
دوا بخش بیمار و بیمار خیز
بغل کوتہ و زلف و گردن دراز
شکر ریز لب خال اس سے براز
زنخ سادہ و غبغب آویختہ
میان لاغر و سینہ **انگیختہ**

---

[1] سکندر نامہ بری اردو، ص 116

ہوئی وہ بہ چشم و فا سازگار
گیا دل جو دلبر ہوئی ہم کنار
بشرم و تحمل وہ تھی بے مثال
بہ نا گفتنی تھی زبان اس کی لال
ہوئی روشن از روشنک جان شاہ
دھرا سر پہ اس بت کے شاہی کلاہ

اسے جہان بانو لقب دیا گیا جب سکندر اعظم نے اسے خوش ادب پایا تو تمام چابیاں اسے سونپ دی گئیں۔

ہوئیں اس کے تفویض کنجی تمام(1)
کیا سروری سے اسے نیک نام
سکندر ہوا اس کا محو جمال
اسی کا تھا ہر وقت دل میں خیال

برسین سکندر اعظم کے سرکاری معاملات میں بالکل توجہ نہ دیتی تھی اس کے دربار کے لوگ جو اس کے خلاف باتیں کرتے وہ اس تک نہ پہنچاتی۔ برسین میں متانت اور سنجیدگی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اس کا پہلا خاوند میمناں روڈز (Rhodes) کا باشندہ تھا۔ برسین ایران کے انتہائی متمول خاندان کی چشم و چراغ تھی اس کی تعلیم و تربیت یونان کی اقادمی میں ہوئی تھی۔

اس نے سکندر کو کبھی کسی زیور یا دیگر چیز کی فرمائش بھی نہ کی۔ وہ خلوت پسندی پر قانع اور شاکر تھی۔ اس کے ذہن میں اس حد تک توازن تھا کہ سکندر کی رفیقہ حیات بن جانے کو اس نے نہ تو عزت افزائی خیال کیا اور نہ ہی سزا کا موجب خیال کیا۔ ملازموں کے علاوہ وہ دیگر بیشتر اشخاص سے پردہ کرتی تھی۔

---

(1) سکندر نامہ بری، ص: 116

سکندر برسین کے مزاج کو نہ سمجھ سکا لیکن اس کے باوجود اسے اس کی رفاقت میں بہت طمانیت حاصل ہوتی تھی۔ برسین کو ہومر' ایسکائی لس اور سیفو کے متعدد اشعار ازبر تھے۔ وہ یہ اشعار کبھی کبھی سکندر اعظم کو یونانی لہجے میں سنا کر اس سے داد تحسین حاصل کیا کرتی تھی۔

کیلس تھی نیز (Callisthenes) کے متعلق پلوٹارک نے صرف اتنا تحریر کیا ہے کہ وہ ارسطو کے اقارب میں سے تھا لیکن کئی مورخین نے کیلس تھی نیز کو ارسطو بن اقسطیا (Acostia) کا بھتیجا لکھا ہے۔ سکندر نے اپنے اس عظیم استاد کو آتی دفعہ متعدد بار التماس کی تھی کہ آپ مجھے شرف رفاقت بخشیں لیکن ارسطو نے کہا ساتھ میں کسی صورت میں نہیں جا سکتا کیونکہ میرا علمی اور ادبی کام رکتا ہے۔ ہندو پاک آ کر اس نے پھر خط لکھا کہ آپ تشریف لائیں۔ ارسطو نے اس کے اصرار پر اتنا کیا کہ اپنے بھتیجے کیلس تھی نیز کو بھیج دیا۔ کیلس تھی نیز نے فلسفہ' تاریخ' خطابت' شعر' ادب' طب' سیاسیات' لسانیات اور کئی دیگر علوم میں اپنے عم محترم سے بہت کچھ سیکھا تھا۔ آتی دفعہ وہ ارسطو کی نئی کتب' مابعد الطبیعیات Metaphysics' فصاحت و بلاغت Rhetorics وغیرہ ساتھ لایا تھا۔ مابعد الطبیعیات ارسطو کی نامکمل کتاب ہے۔ عدم تکمیل کا باعث ارسطو کی وفات ہے۔ وہ اسے حین حیات میں پایہ تکمیل نہ پہنچا سکا تھا۔ سیٹس کے مطابق ارسطو نے چار سو کتب سپرد قلم کی ہیں:

"Aristotle is said to have composed some four hundred books"

عربی کی کتاب عقود الجواہر میں تہجی ترتیب سے ارسطو کی تمام تصانیف کے نام لکھے گئے ہیں۔ ان کتب میں سے تین چوتھائی سے زائد ناپید ہیں۔

مابعد الطبیعیات عدم تکمیل کے باعث ہی بے ترتیب بھی ہے۔ مابعد الطبیعیات کی کوئی جلد کسی بحث کو درمیان میں چھوڑ دیتی ہے۔ جب ہم دوسری جلد کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم اپنے آپ کو ایسے موضوع اور مضمون کے روبرو پاتے ہیں جس کا مابعدالطبیعیات سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ کتاب میں تکرار بھی موجود ہے۔ کتاب میں

کئی مقامات پر الحاقی اور اضافی چیزیں بھی پر ملتی ہیں۔ اگرچہ تکرار ارسطو کی دیگر کتب میں بھی ہے لیکن بہت کم حد تک۔ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ وہ موجودہ صورت میں طباعت کی غرض سے ترتیب نہیں دی گئی تھیں۔

تاہم ان تمام مصائب اور نقائص کے باوجود ہم کتاب کا مکمل مطالعہ کرنے کے بعد مصنف کے خیالات تک رسائی پا لیتے ہیں اور اگرچہ ارسطو کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنے والے بیشتر شہزادے تھے۔ اس کے باوجود اس کا مفہوم عام علمی سطح کا شخص بھی بخوبی ذہن نشین کر سکتا ہے۔

ایک خوفناک سازش کا الزام تیار ہوا۔ سکندر اعظم نے ایشیائی اور مقدونوی بچوں کو مشترکہ تعلیم دلانے کی کوشش کی تھی۔ کم و بیش 50 ہزار لڑکے عسکری معلمین کے زیر تعلیم انہیں یونانی زبان و ادب کے علاوہ یونانی ہتھیار استعمال کرنے کی تربیت بھی دی جاتی تھی۔ مقدونوی بچوں میں زیادہ تر امراء اور فوجی افسروں کے چشم و چراغ تھے جو عموما” شاہی خیمے پر پہرہ دیتے تھے بالخصوص رات کے وقت' جو بچے فوجی وردی میں ہوتے وہ بے تکلف ہتھیاروں تک پہنچ سکتے تھے۔ ان کی وفاداری پر کسی شخص کو شبہ نہ گزرا۔ ایک افسر نے سب سے پہلے سازش کا اشارہ کیا اور اس کا علم بطلیموس کو ہو گیا۔ افواہ یہ تھی کہ مقدونوی بچے اس بات پر بگڑے ہوئے ہیں کہ ایرانی بچوں کو بھی خاص تعلیم و تربیت میں ان کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ جب ملک الملوک سکندر رات کو خیمے میں اکیلا رہ جائے تو اسے تہ تیغ کر دیا جائے۔ بطلیموس تک یہ افواہ کیلس تھی نیز کے فلسفے کے ایک شاگرد ہرمولاؤس (Hermolaus) نے پہنچائی۔ سکندر نے اس افواہ کو اپنی مقرر کردہ ایک کونسل کو سونپا تا [illegible] تحقیق و تدقیق کرے۔ کونسل نے تعذیب کا طریقہ اختیار کیا۔ تین بچوں نے تعذیب سے ڈر کر سازش کا اقرار کر لیا۔ ہرمولاؤس نے اقرار کیا کہ ہمیں پارمینو اور اس کے بیٹوں فلوٹس اور کلائی ٹس کی موت کا سخت صدمہ ہے نیز ہمیں ایشیائی لباس اور کورنش پسند نہیں ہے لیکن سازش کی افواہ محض بے بنیاد ہے نہ ہی کیلس

تھینیز کا سازش سے کوئی سروکار ہے۔

اس کے باوجود افسروں نے تمام بچوں کو موت کی سزا دے دی اور کیلس تھی نیز کو بیڑیاں پہنا دی گئیں۔ ایک روایت ہے کہ اس پر سخت پہرہ لگا دیا گیا اور کچھ دیر بعد وہ مرگیا۔ دوسری روایت ہے کہ اسے پھانسی پر لٹکایا گیا۔ سکندر نے خود جو مکتوب اینٹی پیٹر کو مقدونیہ ارسال کیا اس میں تحریر کیا کہ بچوں کو افسروں نے سنگسار کیا لیکن کیلس تھی نیز اور اس کے بھیجنے والے لوگوں کا فیصلہ میں خود کروں گا۔ کیلس تھی نیز کو 327 قبل مسیح کے بہار کے موسم میں بیڑیاں پہنائی گئی تھیں۔ اس واقعے کے بعد کورنش کی رسم ترک کر دی گئی۔

سکندر نے اس کے بعد باختر میں زیادہ قیام نہ کیا صرف ایک مقام پر ٹھہرا جہاں اس نے پٹالہ اسکندریہ کی بنیاد رکھی۔ اس شہر کا موجودہ نام حیدر آباد ہے۔

ایران کے مشرقی صوبے فتح کرنے اور نظم و نسق قائم کرنے کرنے میں سکندر اعظم کو دو سال لگے۔ اسے اب قدیم ایرانی بادشاہوں کی پوری مملکت حاصل تھی لیکن اس کی مہم جو اور مہم پسند طبع اس پر قانع نہ تھی۔ اب اس نے مکمل تیاری کر کے ہند کی جانب باگیں اٹھائیں۔ ہندوستان کی کشش اس لئے بھی تھی کہ دارا سوم نے پنجاب، سندھ اور مکران مسخر کر کے انہیں مملکت ایران میں شامل کیا تھا۔ سکندر ایران کے کسی بھی عظیم بادشاہ سے پیچھے نہیں رہنا چاہتا تھا لہٰذا ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر لے کر کوہ ہندوکش کو عبور کیا۔

”ہیپا پچن لشکر لیے ہوئے اٹک کے مقام پر پہنچا جہاں دریائے سندھ کی چوڑائی نسبتاً کم تھی۔ یہاں اس نے سکندر کے آنے سے پیشتر کشتیوں کا پل تعمیر کر لیا۔“

جدید تحقیق کے مطابق سکندر اعظم نے اٹک کے مقام سے سندھ کو عبور نہیں کیا بلکہ غور غشتی کے مقام کے قریب سے رود سندھ کو پار کیا اور

> ”بروایت شاہنامہ ثعالبی سکندر نے ہمچ کے ایک فلسفی شینکہ سے ملاقات کی تھی۔ یہ ملاقات عجیب ڈرامائی انداز میں ہوئی تھی

اور سکندر ذوالقرنین شینک کے علم و ادب اور فلسفہ سے اس حد متاثر ہوا کہ اسے فلسفہ پڑھانے کے لئے یونان بھیج دیا تھا۔ یہ روایت بھی ہے کہ سکندر نے ہنڈ Hund یا UND کے مقام سے انڈس کو عبور کیا۔"

ڈاکٹر ونسٹ اے سمتھ کی این شی اینٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول مطبوعہ آکسفورڈ 1934ء کے صفحہ 60 پر دیئے ہوئے نقشہ پر اس مقام Und' Ohind اور Udabhanda تحریر ہیں۔

نظامی نے سکندر نامہ میں خراساں' رے' ہرے (ہرات)' نیشاپور' بلخ اور غزنی کے ذکر کے بعد تحریر کیا ہے۔

اسی جا سے پھر قصد شاہ جہان(1)
ہوا تا کرے سیر ہندوستان
کیا مشورہ اس نے با اہل رائے
کرتا ہوں وہ اس امر میں رہنمائے
کہ ایران ہوا جب کہ زیرنگین
تو ہے سیر ہندوستان دل نشین

تاکہ کید ہندو سے برسرپیکار ہو کر اسے اطاعت پذیر یا قید کیا جائے۔

اگر مجھ سے وہ جنگ جوئی کرے
تو خود اپنی بے آبروئی کرے
ادھر سے ادھر کو پھراؤں اسے
وہ بیٹھے جہاں میں بٹھاؤں اسے

سکندر نے کچھ فاصلے پر اپنا خیمہ استادہ کرکے کیدہندو کے پاس اپنا قاصد روانہ کیا اور اسے پیغام بھیجا:

---

(1) سکندر نامہ بری' ص: 165

جو سر چاہیے تو ادا کر خراج(1)
نہیں تو نہ سر تیرا ہو گا نہ تاج

کید ہندو کے پاس سوائے انقیاد و اطاعت کے چارہ کار نہ تھا :

سنا کید نے جبکہ پیغام شاہ
نہ دیکھی اطاعت سوا کچھ پناہ

کید ہندو نے سکندر اعظم کو دعائیں دینے کے بعد التماس کی :

ہمیشہ رہے اس کا تاج و سریر(2)
رہے وہ شہنشاہ آفاق گیر
نہ تھا جز محبت مرا اس سے کار
ہوا کیا چڑھا مجھ پر جو شہریار
اگر گنج چاہے کروں میں نثار
اگر تاج چاہے تو دوں میں اتار
جو بھیجے کوئی اپنا کمتر غلام
تو سونپوں اسے تاج دولت تمام

بشرطیکہ وہ عہد و پیمان کرے(3)
کہ اس مملکت کو نہ ویران کرے
کروں پیش کش اس کی میں چار چیز
نہ ہو کوئی شے جس سے بڑھ کر عزیز

---

(1) سکندر نامہ بری، ص : 165

(2) سکندر نامہ بری، ص : 166

(3) ایضاً، ص : 167

یکے دخترک ہمچو تابندہ ماہ
روانہ کروں جلد تر پیش شاہ
دوم نوش جامے بیاقوت ناب
نہ ہو جس سے ہرگز کبھی کم شراب

تیسری پیش کش فلسفی کی اور چوتھی خردمند، چست طبیب کی تھی۔ ایک ہفتہ کی مہلت لے کر تمام امور پورے کر دیے۔

کیا ان تحائف کا پھر امتحان
تو پایا انہیں انتخاب جہان
ہوئی جب کہ نوبت پریزاد کی
تو پایا اسے خوب تر از پری(1)
پری پیکر آراستہ چون صنم
پری و بت اس کے غلاموں سے کم
وہ یک گل تھی نادیدہ گردو غبار
بگلزار خوبی ہمیشہ بہار
دہان تنگ و سرگرد و ابرو فراخ
دو رخسار چون لالہ بر سبز شاخ
حلاوت میں گلقند سے نوش تر
گل و لالہ سے نازک آغوش تر
گرہ برگرہ زلف اس کی چو دام
کہ تھے چین کے اس کے چینی غلام
مہ ترک رخسار ہندو سرشت
ملی ہند سے شہ کو گویا بہشت

---

(1) سکندر نامہ بری اردو، ص: 169 بعد

نہ ہندو کہ ترک خطائی بنام
چرانے میں ہر دل کے ہندو تمام
بہندی زبان اس کی گفتار خوش
نگہ اس کی شمشیر عشاق کش
بایں خوبی و دلکشی وہ نگار
بگوہر تھی آبی بغصہ شرار
جو دیکھا شہنشاہ نے اس کارو
تو شیدا ہوا اس کا وہ موبمو
طراز عروسی سے پا کر فراغ
دل شاہ عالم ہوا باغ باغ

فارسی اور عربی کی تواریخ میں راجہ پورس کا نام فور تحریر ہے، نظامی گنجوی نے اسے قنوج کا راجہ تحریر کیا ہے۔

وہاں سے کروں قصد قنوج کا(1)
سر فور پر سخت لاؤں بلا

سکندر کا اس جانب آنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ انکشاف کا متمنی تھا وہ زمین ہند کے سمندروں کو دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ سطح مرتفع کے کنارے دریافت کرنا چاہتا تھا۔ زمین کی ہیت کے متعلق حتمی اور قطعی فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔ جو یونانی علماء کے افکار سے بالکل مختلف معلوم ہوتی تھی۔ وہ جوں جوں آگے بڑھتا جاتا تھا۔ پہاڑ بلند تر ہوتے جاتے تھے۔ دریاؤں کا عرض وسیع تر ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ سوال یہ تھا کہ کیا آخری حد پر واقعی سمندر واقع ہے اور طلوع آفتاب کا مقام پر آسمانی قوت کی کوئی شہادت اور ثبوت موجود ہے۔

---

(1) گلدستہ شجاعت حصہ اول، ص: 166

کیا وہاں واقعی لافانی عقل و دانش کے حامل لوگ رہتے ہیں جو آب حیات نوش کرچکے تھے اور نخل علم کا میوہ کھا چکے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ سکندر اعظم کو اس کی تقدیر لے جاتی تھی۔ ممکن ہے یہ سفر سکندر اعظم نے اس لئے کیا ہو کہ تقدیر کا وجود ہے بھی یا نہیں یا بالفاظ دیگر صفحہ ہستی پر دیوتاؤں کے وجود کا کوئی ثبوت تھا یا نہیں؟ کیا بنی نوع انسان اپنے ارادوں سے بلند تر ارادے کے تابع تھے؟ کیا غیر متحرک محرک (Immovable Mover) جو نادیدہ اور دور افتادہ تھا فی الواقعی کائنات کی قوت اور جوہری عملیات کا سرچشمہ تھا؟ کیا عالم انسانیت اپنی مساعی سے علم و تہذیب کی روشنی یا بہیمیت اور وحشت کی روشنی کی جانب جاتا ہے؟"

لاریب ربع مسکوں کی شمالی جانب میں ذہنیتوں کی پستی کے شواہد ملے۔ بالخصوص ان لوگوں کے درمیان جو آخری کناروں پر مقیم تھے مثلاً" دریائے **ڈینسوب** کے پار رہنے والے وحشی، قزوین کے پہاڑی علاقے کے قزاق یا دریائے ریگ کے پار کے ستھی۔

اسی سال موسم بہار کے آغاز میں خوش نصیبی سکندر اعظم کی دامنگیر ہوئی۔ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جسے اس کے لشکریوں نے نیک فال خیال کیا اور ان کے حوصلے بڑھ گئے، یعنی انہیں عشق پیچاں کے پودے مل گئے جو درہ دانیال کے اس جانب کہیں نہ ملے تھے۔ علاوہ ازیں یہاں کے باشندوں کو عشق پیچاں کا یونانی نام بھی معلوم تھا بلکہ وہ یونانی زبان کے بہت سے دیگر الفاظ بھی جانتے تھے۔

ملاحوں نے بتایا کہ دریائے سندھ سے آگے بڑھیں گے تو چار اور بڑے بڑے دریا راستے میں آئیں گے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں ہندو پاک زمین کا تنگ حصہ نہیں بلکہ مشرق کی جانب بہت پھیلا ہوا ہے۔ کسی کو کچھ معلوم نہ تھا کہ چوتھے دریا کے آگے کیا ہے۔ ملاحوں کے خیال کے مطابق آگے سمندر کا امکان تھا۔ سکندر اعظم اس بارے میں یقینی علم حاصل کرنا چاہتا تھا۔ فوج بادل ناخواستہ مشرق کی طرف روانہ

ہوئی۔ اب وہ چپ چاپ جا رہی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ سکندر کی قیادت اسے ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔

راجہ امبھی نے یونانیوں کا خیر مقدم کیا۔ تحفے دیے اور اپنے ملک کے پورے وسائل ان کی نذر کر دیے۔

"The rich presents offered by the Indian king were requited tenfold by his generous and politic guest."

سمتھ اشینٹ اینڈ ہندو انڈیا کے صفحہ 59 پر لکھتا ہے:

کہ امبھی نے تین ہزار بیل اور دس ہزار یا اس سے بھی زائد بھیڑیں سکندر اعظم کی نذر کیں۔ سکندر نے امبھی سے جتنی چاندی وصول کی تھی اس سے کہیں زیادہ سونا اسے دے دیا تھا اور ملک بھی اس کے حوالے کر دیا تھا۔ سکندر اعظم نے راجہ امبھی کے ساتھ ہمسر کا سا سلوک روا رکھا۔ فوج کو حکم دیا کہ اس کے علاقے میں لوٹ مار قطعاً" نہ کی جائے۔

سکندر اعظم کے رفیق مورخ ارسٹوبولس Aristohoulos کے الفاظ سٹرابو (Straho) نقل کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے:

"He makes mention of some strange and unusual customs which existed. Those who are unable from poverty to bestow their daughters in marriage expose them for sale in the market place in the flower of their age, خریداروں کے ہجوم کو اکٹھا کرنے کے لئے اس قسم کے سنکھ اور ناقوس بجائے جاتے جیسے لڑائی کے موقع پر بجائے جاتے تھے۔

"When any person steps forward first the back of the girl as far as the shoulders is uncovered for his examination and then the parts in front, and if she pleases him and allows herself at the same time to be persuaded, they cohabit on such terms as may be agreed upon. The dead are thrown out to be devoured by vultures.

سر مور ٹیمر و حیلر سکندر اعظم کے یہاں داخل ہونے کا ذکر اپنی کتاب "فائیو تھاؤ زنڈ ایرز آف پاکستان" میں بالفاظ ذیل کرتا ہے:

> "326 قبل مسیح میں سکندر اعظم اس شہر میں بڑے جاہ و جلال سے داخل ہوا۔ مقامی حکمران نے اپنے مہمان کا شایان شان انداز میں استقبال کیا۔ (بھڑ شہر کی) ٹیڑھی ترچھی گلیوں میں سے گزر کر وہ شہر کے قابلدید مقامات تک پہنچا تو شہر سے باہر کی گرد آلود فضا میں اس نے آکاش پر گدھوں اور چیلوں کو منڈلاتے دیکھا۔ وہاں مردوں کے لئے مینار سکوت تھا۔ اس نے دوسری طرف نگاہ ڈالی تو ایک عورت کو چتا پر ستی ہوتے دیکھا۔"

امبھی کا علاقہ سندھ اور جہلم کے درمیان تھا۔ جہلم سے پرے راجہ پورس حکمران تھا اس کے ساتھ مخالفت کے باعث امبھی نے سکندر اعظم اور اس کے لشکر کی اس قدر ٹہل سیوا کی تھی۔

پورس کے لشکر میں سینکڑوں ہاتھی بھی تھے۔ اہل مقدونیہ نے اب تک ہاتھیوں سے مقابلہ نہ کیا تھا۔ وہ دریا پر پل بھی تعمیر نہ کر سکے۔ بارش کے باعث دریا کا پانی روز بروز بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ مقدونیوں کا خیال تھا کہ دیو ہیکل فیل اور نہ رکنے والی بارش ان کے اصل دشمن ہیں وہ غلط اندازے کے مطابق راجہ پورس کو چنداں مضبوط نہ خیال کرتے تھے۔

سکندر اعظم لاریب بارش کے رکنے اور دریا کے اترنے کا انتظار کر سکتا تھا لیکن اس نے انتظار نہ کیا اہل مقدونیہ کو اس مسئلے کی نزاکت کا احساس بھی نہ تھا۔ اب ان کے پاس سوار ضرورت سے کہیں زیادہ تھے لیکن اب ان پر یہ امر منکشف ہو گیا تھا کہ گھوڑے ہاتھیوں کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ بھی محال تھا کہ سامنے کے کنارے پر ہاتھی قطار در قطار کھڑے ہوئے اور گھوڑے دریا میں سے تیر کر پار ہو کر کنارے پر چڑھیں۔ حالات کا جائزہ لینے کی خاطر سکندر اعظم کے عسکری مشیروں نے

سواروں کو ان مقامات پر بھیج دیا جہاں ہاتھیوں سے مقابلہ نہ تھا۔ اس طرح انہوں نے پورس کے لئے سوچ بچار کا مسئلہ پیش کر دیا۔ آریان رقمطراز ہے کہ اس قسم کا تجربہ پہلا تجربہ تھا۔

”سکندر نے یہ مناسب خیال کیا کہ پورس کو حیران کرنے کے لئے ہر سمت نقل و حرکت اور کچھ پتہ نہ چلنے دے کہ وہ کیا کرنے لگا ہے۔ اس نے اپنے لشکر کو چھوٹے چھوٹے گروپوں میں تقسیم کر دیا اور مختلف افسروں کے تحت یہ حکم دے کر پھیلا دیا کہ دشمن کے علاقوں کو لوٹتے رہو اور دریافت کرو کہ دریا کہاں کہاں سے قابل عبور ہے۔ غرض اس سکیم کے مطابق ہر طرف سے غلہ ملنے لگا۔ اس طرح پورس کو خیال ہو گیا کہ سکندر بارش کے رکنے اور دریا کے اترنے تک انتظار کرنا چاہتا ہے۔ اس طرح پورس کو آرام کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ لہذا وہ دیکھ رہا تھا کہ کشتیاں دریا میں گھوم پھر رہی ہیں اور مشکیزے تیار کر کے دریا کو عبور کرنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ جب وہ اپنی فوج کو دفاع کی خاطر ایک مقام پر جمع کرتا تو دوسری طرف سرگرمیاں شروع ہو جاتیں۔ خاص کر رات کے وقت مقدونوی جن مقامات پر جنگ کا نعرہ بلند کرتے یا ہنگامہ برپا ہوتا' راجہ کو ہاتھی لے کر اس جانب متوجہ ہونا پڑتا۔ سکندر کی تدابیر نے ہاتھیوں کے ساتھ رات دن نقل و حرکت کو راجہ پورس کا عام مشغلہ بنا دیا۔ جب وہ بار بار کی دوڑ دھوپ اور کاوش کے بعد دیکھ چکا کہ جدھر جاتا ہے جنگ کی صداؤں کے سوا کچھ نہیں سنتا تو کیمپ لگا کر بیٹھ گیا لیکن اس کے طلایہ گرد دستے دریائے جہلم کے کنارے پھرتے رہے۔ جب سکندر کو یقین ہو گیا کہ پورس جنگ کی جانب سے بے پرواہی اختیار کرنے لگا ہے تو اس نے دریا پار کرنے کا عجیب منصوبہ تیار کیا۔ اس نے کرائیٹرس کی فوج کے بڑے حصے کی کمان تفویض کی اور اسے کیمپ میں چھوڑ دیا۔ الاؤ جل رہے تھے اور شور اور صدائیں وہاں سے سنائی دے رہی تھیں۔ کرائی ٹیرس کو یہ بھی تاکید کر دی گئی کہ جب تک راجہ نقل و حرکت نہ کرے اور جگہ چھوڑ کر ادھر ادھر نہ جائے تب تک دریا پار نہ کرنا۔ اگر راجہ ہاتھیوں کا صرف

ایک حصہ اپنے ساتھ لے جائے تو اسی جگہ رکے رہنا لیکن اگر وہ تمام ہاتھی لے کر میرے مقابلے پر نکل آئے تو فوراً" بہ سرعت تمام دریا عبور کر لینا' اس لئے کے ہاتھیوں کے سوا سواروں کو روکنے والی کوئی چیز نہیں۔"

سکندر اعظم نے رات کے وقت تاریکی میں دریا پار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے مختلف لشکروں میں سے دستے چن لئے۔ ہفا اسشن' بطلیموس: Ptolmey' سیلوکس پرڈیکاس ان دستوں کی کمان کر رہے تھے۔ وہ دریا کے بالائی جانب 18 میل کی مسافت طے کر گیا۔ اس مقام اور کیمپ کے مابین سنتریوں کا سلسلہ قائم کر دیا تاکہ احکامات فوراً" پہنچتے رہیں۔ کشتیوں اور مشکیزوں پر بندھی ہوئی بلیوں کو پوشیدہ طور پر اس مقام پر پہنچا دیا گیا تھا۔

"خشکی کا ایک حصہ اس مقام پر اندر کی جانب بڑھا ہوا تھا اور دریا نے خم کھا رکھا تھا۔ متعدد قسم کے درخت اور جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ سامنے ایک جزیرہ تھا اس میں بھی پودے اگے ہوئے تھے لیکن اس پر آبادی کا نام و نشان نہ تھا۔ اس جزیرے نے سکندر کے حملہ آور لشکر کی نقل و حرکت کو پوشیدہ رکھا۔ کرائی ٹیرس نے کیمپ میں حسب معمولی الاؤ کا انتظام کئے رکھا۔ دریں اثنا شدید بارش ہوئی۔ بجلی کی کڑک کے باعث ہتھیاروں کی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

سورج کے طلوع ہونے سے قبل بارش تھم گئی۔ ہوا بھی رک گئی۔ جزیرے کے بالمقابل کشتیاں دریا میں ڈال دی گئیں۔ گھوڑوں کو ان تختوں پر چڑھا دیا گیا جن کے نیچے مشکیزے بندھے ہوئے تھے۔ پیادہ فوج کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرے کا چکر کاٹتی ہوئی آگے بڑھی۔ سکندر اعظم نے 30 چپوؤں والے جہاز میں جہلم عبور کیا۔ سیلوکس اور بطلیموس اس کے ساتھ تھے۔ وہ خاموشی سے دوسرے کنارے پر اترے۔ پہلے پہنچے ہوئے سواروں کو حکم دیا گیا کہ اترنے والی پیادہ فوج کی حفاظت کا اہتمام و انصرام کریں۔"

یہاں تک منصوبے کے مطابق کامیابی سے عمل ہوا۔ سکندر اعظم اپنے رسالے

کو آگے بڑھانے کے لئے تیار کر رہا تھا کہ پہلی دفعہ رکاوٹ در پیش آئی۔ انہیں معلوم ہوا کہ وہ دریا کے پار نہیں پہنچے بلکہ ایک اور جزیرے میں پہنچ گئے ہیں۔ یہ جزیرہ بہت وسیع تھا اور بظاہر ہر کنارے سے ملا ہوا دکھائی دیتا تھا لیکن در حقیقت الگ تھا۔ جزیرے اور کنارے کے درمیان میں سے پانی کا تیز دھارا رواں تھا۔ وہ کنارے کے سامنے کیچڑ میں دھنسے ہوئے تھے کہ دشمن کے پہرہ داروں نے انہیں دیکھ لیا۔ اس بحران کے موقع پر سکندر اعظم نے ایتھنز والوں کو مخاطب کر کے کہا:

"Could ye think that I could take such pains and put myself into so many dangers, only to be praised of you."

اونی سکرائی ٹس کے حوالے سے پلوٹارک نے یہ بیان لکھا ہے:

اس اثنا میں حملہ آور دستے کشتیوں سے اتر کر ان کے پیچھے جمع ہو رہے تھے۔ کچھ دیر بعد انہیں ایک گھاٹ کا پتا مل گیا۔ اس میں سے گزرنے لگے تو پانی آدمیوں کی بغلوں اور گھوڑوں کی گردنوں تک تھا۔ بالآخر سوار کنارے پر پہنچ گئے۔ زمین کیچڑ کا سمندر دکھائی دیتی تھی۔ اس کے بعد بڑی احتیاط سے تیار کیا گیا منصوبہ بالکل درہم برہم ہو گیا۔

اس کیچڑ سے باہر نہ نکل سکے تھے کہ دشمن کی پہلی فوج سامنے آ گئی۔ سکندر اعظم نے سوار تیر اندازوں کو آگے بھیجا۔ پتا چلا کہ دشمن کی تعداد دو ہزار سے زیادہ نہیں۔ اس کے ساتھ سوار بھی ہیں اور رتھ بھی۔ سکندر اعظم رسالہ لے کر آگے بڑھا۔ دشمن کا لشکر یا تو کیچڑ میں پھنس گیا۔ یا یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ پس پا ہونے کو تیار نہ تھا اور اسی جگہ اڑتے ہوئے نذر آب ہو گیا۔ اس تصادم اور چپقلش نے پیش قدمی خاصی دیر تک روکے رکھی۔ کچھ معلوم نہ تھا کہ راجہ کی فوج کیا کر رہی ہے۔ سکندر نے سواروں کو لے کر جنوب کی جانب پیش قدمی کر دی۔ پیادوں کو اپنے پیچھے دوڑتے ہوئے آنے کا حکم دے دیا۔ ایک گھنٹے میں وہ اتنی دور نکل گیا کہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ پیادے کیچڑ میں دھنستے ہوئے بمشکل چلے جا رہے تھے۔

جب غنیم کی بڑی فوج سے مقابلہ ہوا تو سکندر اعظم کے ساتھ صرف سوار تھے اور راجہ پورس کا لشکر ریتلی زمین پر بلند مقام پر صف آرا تھی۔ جس پر جم کر لڑنا آسان تھا۔ بکتربند ہاتھی لشکر کے آگے تھے۔ ان کی تعداد دو سو کے لگ بھگ تھی۔ ہر ہاتھی کے درمیان سو سو فٹ کا فاصلہ تھا۔ ہر خلا میں تیر انداز کھڑے تھے جن کی کمانیں ایسی زبردست تھیں کہ چلہ چڑھاتے وقت ان کے کونے زمین پر رکھنے پڑتے تھے۔ نیزہ بردار اور تیغ زن تیر اندازوں کی امداد کے لئے موجود تھے۔

اس صف بندی کا مقابلہ ممکن نہ ہونے کے باعث سکندر کری ٹیرس کے پہنچنے کا منتظر تھا لیکن اس کا کوئی نشان نہ تھا۔ کرائی ٹیرس حکم کی تعمیل میں اپنی جگہ ٹھہرا رہا۔ اس لئے کہ پورس ہاتھیوں کی ایک تعداد اور کچھ فوج کیمپ میں چھوڑ کر مقابلے کے لئے نکلا تھا۔ کئی گھنٹے انتظار کرنے کے بعد پیادہ فوج پہنچی۔ سکندر اعظم نے تھوڑی دیر اسے ستانے کا موقع دیا۔ جب پیادہ فوج نے صف بندی کر لی تو سکندر نے رسالے کا بڑا حصہ ان کے دائیں بازو پر پہنچا دیا۔ مقدونیوں کی یہ عام جنگی ترتیب تھی۔ اب ان کے ساتھ سوار' تیر انداز بھی تھے یعنی باختری اور ستھی۔ قوت کے اس بے پناہ ذخیرہ کے ساتھ اس نے کامیابی کے مختلف تجربے کئے۔ مثلا" پہلے اپنی فوج خاص کے ساتھ عقبی جانب ہٹا۔ یہ درحقیقت ایک چال تھی۔ دشمن کے رسالے نے اس کا تعاقب کیا۔ فوج کے دیگر جیوش لمبا چکر کاٹ کر تعاقب کرنے والے رسالے کے پیچھے پہنچ گئے۔ خود سکندر اعظم بھی بیوسی فالس پر سوار تھا جس نے 20 سال کا طویل عرصہ اپنے آقا کی خدمت میں گزارا تھا۔ گھمسان کے رن میں وہ اسی پر سوار تھا۔ دفعتا" بیوسی فالس گرا حالانکہ اسے کوئی زخم نہ لگا تھا۔ غالبا" تکان کے باعث گھوڑے نے دم توڑ دیا تھا وہ گرتے ہی مر گیا۔ پلوٹارک صفحہ 66 پر رقمطراز ہے:

"His horse Bucephall died at this battle, not in the field but afterwards whilst he was in cure for the wounds he had on his body."

مقدونوی سواروں نے ہندی رسالے کو دونوں جانب سے نرغے میں لے لیا۔

رسالہ اگرچہ بے بس ہو چکا تھا لیکن وہ بڑی جسارت سے لڑا۔ سکندر اعظم تازہ گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر میدان جنگ میں گھس گیا وہ پیادوں سے بالکل بے پرواہ ہو چکا تھا۔ جو ہاتھیوں اور تیر اندازوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ ان کی تعداد چھ ہزار کے قریب ہو گی۔ سلوکس اور پرڈ کاس آگے بڑھ رہے تھے لیکن ہاتھیوں کے مقابلے کے لئے انہیں کوئی تدبیر نہ بتائی گئی تھی۔ ان قوی ہیکل جانوروں نے بھی آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ تفصیلات نہیں ملتیں کہ پیادوں نے ان کا مقابلہ کس طرح کیا۔ صرف اتنا علم ہے کہ مقابلہ کیا اور خوب مدافعت کی: آریاں کہتا ہے کہ:

"ایسے معرکے کا تجربہ قبل ازیں کبھی نہ ہوا تھا۔ ہاتھی جب آگے بڑھتے تو پیادوں میں گھس جاتے جو ایک جگہ جمے کھڑے تھے۔ پیادوں نے کسی نہ کسی طرح ہاتھیوں کو روکے رکھا۔ پھر ہاتھی پلٹ پڑے۔ غالباً" پیادوں نے مہاوتوں کو تہ تیغ کر دیا تھا یا نیزوں سے انہیں مار ڈالا تھا۔"

"پورا مقدونوی رسالہ محض اتفاقات جنگ سے نہ کہ سکندر کے حکم کے مطابق ایک جگہ جمع ہو چکا تھا۔ پورس کے ہاتھی پلٹے تو راجہ کے سواروں سے متصادم ہو گئے۔ ان ہاتھیوں نے اپنے فوجیوں کو بھی اتنا ہی نقصان پہنچایا جتنا کہ دشمن کو پہنچ سکتا تھا۔ ان میں سے زیادہ تر ایسے تھے جو اپنے مقام پر کھڑے نہ رہ سکے۔ اس وجہ سے کہ خود ان کو زخم لگے یا ان کے مہاوت مارے گئے۔ جب وہ تھک گئے اور حملے کے قابل نہ رہے تو وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگے ...... جو ہاتھی ہلاک نہ ہوئے وہ سب پکڑ لئے گئے۔"

سکندر اعظم اس زدو کشت میں سے ہوتا ہوا اپنی پیادہ فوج کے پاس پہنچا اور اس کی از سر نو صف بندی کر کے حکم دیا کہ اپنی ڈھالوں کو پشتوں کے طور پر استعمال کرو۔ اس وقت کرائی ٹیرس کی فوج بھی دریا عبور کر کے ساحل پر آ گئی اس نے دشمن کی بقیۃ السیف فوج کا تعاقب کیا۔ خود سکندر کی فوج اس حد تک تھک چکی تھی کہ حرکت کرنے سے قاصر تھی۔ اس جنگ کے بعد مقدونیہ کی پیادہ فوج اپنی اصلی حالت پر قائم

نہ رہ سکی۔

میدان جنگ میں سے ہٹنے والوں میں راجہ پورس غالباً" آخری شخص تھا۔ وہ جنگی ہاتھی پر سوار تھا وہ اور اس کا ہاتھی بری طرح زخمی ہو چکے تھے۔ سکندر نے اسے بھاگتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ اس نے راجہ امبھی کی فوج کے افسروں کو پیچھے بھیجا کہ اسے خود سپردگی پر راضی کرلیں۔ اس وقت راجہ پورس ہاتھی سے اترنے پر راضی ہوا اور سکندر کا انتظار کرنے لگا۔ سکندر اعظم اس کے پاس پہنچا تو گفتگو کرنے سے قبل گھوڑے سے اتر گیا۔ پورس کے قدو قامت اور طرز و اسلوب سے وہ بہت متاثر ہوا۔ پلوٹارک اس کے قدو قامت کے متعلق لکھتا ہے:

"Most writers agree that Porus was four cubits and a shaft length high."

پہلے اس کی خدمت میں پانی کا گلاس پیش کیا گیا پھر وہ خود سکندر کی طرف آیا:

"تم کس قسم کے سلوک کے طلب گار ہو؟" فاتح نے پوچھا۔

"جیسا سلوک بادشاہ بادشاہوں سے کرتے ہیں۔"

صاف عیاں ہوتا ہے کہ پورس نے یہ بات بڑے بے پرواہانہ انداز میں کہی۔

سکندر : "بالکل بجا' لیکن اور کیا چاہتے ہو؟"

پورس : "میرے پہلے جواب میں سب کچھ آگیا۔"

فاتح اور مفتوح کے درمیان یہ مکالمہ ایک افسانے کے طور پر مشہور ہے' اور یہ متعدد ایشیائی زبانوں میں آگیا ہے۔ سکندر اس جواب سے بہت خوش ہوا۔ اس کی رعایا کو کامل معافی دے دی اور اسے نہ صرف اس کا علاقہ واپس کردیا گیا بلکہ سانگلہ ہل کا علاقہ بھی اس کی قلمرو میں شامل کردیا گیا۔

جہلم کی خون آلود ریت پر اس نے دو شہر تعمیر کرنے کا حکم دیا ایک کا نام نیکائی (Nicaea) رکھا۔ یونانی زبان میں اس کا مطلب 'فتح' ہے۔ دوسرے شہر کا نام بیوسی فالیہ (Bucephali) رکھا جو آج کل پھالیہ کے نام سے مشہور ہے۔

یہ لڑائی چیلیا نوالہ کے مقام پر لڑی گئی تھی۔ پلوٹارک سکندر اعظم کے کتے

پیریٹس (Peritas) کی موت کا ذکر بھی کرتا ہے: "سکندر اعظم نے اس کتے کو چھوٹا سا پلہ لے کر پالا تھا۔ اس کی یاد میں بھی ایک شہر بسایا۔

ایک روایت ہے کہ گھوڑے نے سترہ سال سکندر کی رفاقت کی۔ یہ روایت ہیرولڈلیم کی ہے:

عبور جہلم نے سلوکس کے قلب پر گہرا نقش مرتسم کیا۔ یہیں اسے ہاتھیوں کی قوت کا صحیح اندازہ ہوا۔ چند برس بعد جب وہ غربی ایشیاء کا حکمران بنا تو اس نے اسی اہتمام سے ہاتھی اکٹھے کئے جس اہتمام سے علم مثلث کے موجد بطلیموس نے جواہرات اور عورتیں اکٹھی کی تھیں۔ سلوکس نے ایک پورا صوبہ ہاتھیوں کے ایک گلے کی قیمت میں دے دیا تھا۔

مقدونوی بہادروں پر اس جنگ میں جو زخم لگے تھے انہیں جشن' شہروں کی تعمیر یا نئے خزانوں کے تحفے مندمل کرنے سے قاصر تھے۔

پانچویں دریا پر پہنچ کر فوج نے بغاوت کر دی یہ بیاس تھا جسے پنجاب کے پانچ دریاؤں میں سے آخری سمجھنا چاہیے۔

اکثر کتابوں میں بیاس کا نام آتا ہے لیکن اگر پنجاب میں سندھ کو نہ شامل کیا جائے تو پانچواں دریا ستلج بنتا ہے نہ کہ بیاس۔ پلوٹارک نے اس دریا کا نام گنگا لکھا ہے جسے عبور کرنے سے فوج نے انکار کیا۔

"They spake ill of Alexander, when he went about to compel them to pass over the river Ganges.

جہلم سے بیاس تک مقدونویوں نے اڑتیس پہاڑی شہروں پر قبضہ جمایا۔ وہ بارش میں کوچ کرتے رہے۔ سکندر اعظم خود کشمیر کے پہاڑوں کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ سانگلہ کے قلعے پر یلغار کے وقت بارہ سو (1200) سپاہی زخمی ہوئے۔ ان کا گزر شمالی ہند کی سرزمینوں میں سے ہوا۔ اس سے پرے نہ راجہ پورس کو علم تھا اور نہ راجہ امبھی کو آگاہی تھی۔ آخری دریا کے پار مقدونویوں کو ہاتھیوں اور ہمالہ کی ہر لحظہ بلند ہوتی ہوئی دیواروں کے سوا کچھ نہ نظر آتا تھا۔ سرویروں اور انجنیروں نے بتایا کہ اس

سے آگے اس دریا کی غیر معروف زمینیں ہیں جس کا نام گنگا ہے۔ وہ رود سندھ اور دریائے نیل سے بھی بڑا ہے۔ مقدونوی سپاہیوں نے بیاس پر پہنچ کر اپنے خیموں میں مشورے کیے اور سب متفق ہو گئے کہ اب وہ ایک ہی سمت چلیں گے یعنی گھر کی جانب کیونکہ انہیں بچوں کی یاد دامن گیر تھی۔

جب افسروں نے فوجیوں کے احساسات اپنے قائد کے سامنے پیش کیے تو اس نے مختلف عساکر کے سالاروں کو اکٹھا کیا۔ وہ پہلے اسی قسم کی نافرمانیوں کو اختتام پذیر کر چکا تھا اور اسے یقین تھا کہ اب بھی سپاہ کو راضی کرنا مشکل نہ ہو گا۔ اگر لشکروں کے کماندار فرمانبرداری پر آمادہ ہو جاتے تو فوجی ساتھ دیتے۔ خواہ انہیں کتنی ہی شکایتیں ہوتیں۔ کمانداروں نے سکندر اعظم کو بتایا کہ فوجیوں کو رزم و پیکار کا اختتام دکھائی نہیں دیتا۔ سکندر عملی آدمی تھا اسے قیل و قال سے زیادہ دلچسپی نہ تھی تاہم فصاحت و بلاغت بھی ارسطو سے سیکھ رکھی تھی کہنے لگا:

”بہادروں کی محنت مشقت کبھی اختتام پذیر نہیں ہوتی۔......“

کیا تم آگے بڑھنے سے اس لئے خوف زدہ ہو کہ دیگر بربری لوگ تمہارے مدمقابل کھڑے ہو جائیں گے؟ اگر ہم واپس لوٹے تو یہ خدشہ ہے کہ جن اقوام کو ہم نے مطیع و منقاد کیا ہے غیر مطیع اقوام انہیں ہمارے مقابلے پر تیار کر دیں۔ اگر تم جنگ کے خاتمہ کا وقت معلوم کرنا چاہتے ہو تو میں بتا دیتا ہوں کہ یہاں سے تھوڑی سی مسافت پر رود گنگا بہتا ہے اور اس سے ذرا پرے مشرقی سمندر ہے۔ وہاں پہنچ کر جنگ ختم ہو جائے گی۔“

”سکندر اعظم نے اپنے فہم و خیال کے مطابق مشرقی دنیا کا نقشہ پیش کر دیا اور بتایا کہ سمندر کے پاس پہنچ کر بیڑا تعمیر کریں گے اور ہند کے اوپر سے گزر کر مصر پہنچ جائیں گے۔ پھر لبیا کے ساحل کے ساتھ ساتھ ہرقل کے ستونوں جبل الطارق تک جائیں گے۔

سکندر اعظم نے مزید بتایا کہ:

ہم نے محنت مشقت سے کتنی وسیع دنیا تسخیر کر لی ہے، آئی اونیا کا ساحلی علاقہ، ایشیائے کوچک، فنیقیہ کا ساحلی علاقہ، مصر، لبیا عرب کے مختلف حصے سرزمین شام، دوآبہ، دجلہ و فرات، بابل، شورش، میدیا اور ایران کی سرزمین، باب قزوین سے آگے کی سرزمین، سطح مرتفع تک ستھیا اور ہند سپاہ کے عزم و استقلال کی بدولت یہ سب کچھ حاصل ہوا۔ تھوڑا سا اور استقلال دکھائیں گے تو مزید فائدے حاصل ہوں گے۔ سکندر اعظم نے مزید کہا کہ ہم نے مل جل کر محنت کی۔ میں تمہارے ساتھ تکالیف برداشت کرتا رہا۔ اور جو کچھ حاصل ہوا اس سے ہم ایک ساتھ فائدہ اٹھائیں گے۔ ہمت نہ ہارو۔ ہم واپس جا کر کیا کریں گے؟ مقدونیہ میں بیٹھ کر الیریا، اور تھریس کے قبائل سے برسرپیکار ہوں گے۔ جو واپس جانا چاہتا ہے واپس چلا جائے گا لیکن میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو میرے ساتھ رہیں گے وہ اہل وطن کے لئے باعث رشک بن جائیں گے۔ کیا اب تک تم نے مجھے عہد شکنی کرتے دیکھا ہے؟”

سکندر اعظم کا خیال تھا کہ اس کا جواب ایک ہی ملے گا اور وہ یہ کہ ہمیں آگے بڑھنا چاہیے۔ اس نے غصے سے کہا کہ جسے یہ باتیں قبول نہیں وہ واضح طور پر بتا دے۔ تمہیں اپنا دل میرے سامنے کھول دینا چاہیے۔ کوینس نے کہا:

“میں فوج کے بڑے حصے کا ترجمان ہوں۔ اے ہمارے سپہ سالار میں آپ کا بھی ترجمان ہوں۔”

سکندر اعظم نے بہ نظر حیرت اسے دیکھا۔ کوئنس نے کہا:

“میں آپ کو یا باغی فوجیوں کو خوش کرنے کے لئے نہیں کہہ رہا۔ لیکن فوج کی پختہ رائے ہے کہ اس کی محنت مشقت اور سعی و رنج کا کہیں خاتمہ ہونا چاہیے تاکہ جو کچھ حاصل ہو چکا ہے اسے قبضے میں رکھ سکیں۔ فوج بری طرح برباد ہو چکی ہے آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ جو مقدونوی اور یونانی ہمارے ساتھ چلے تھے۔ ان میں سے صرف چند رہ گئے ہیں۔ باقی یا تو جنگوں میں مارے گئے یا زخمی ہو کر کام کاج کے قابل نہ رہے یا بیمار پڑ گئے یا انہیں نئے آباد کردہ شہروں میں مرضی کے خلاف آباد کر دیا گیا۔

بیماری نے بہت بڑے حصے کو تباہ و برباد کر دیا۔ کوئینس نے مزید کہا:

"ان لوگوں کا معائنہ کیجئے جو طویل خدمات سر انجام دینے کے بعد اب تک زندہ ہیں۔ ان کی حالت خراب ہے۔ دراصل وہ ہمت ہار چکے ہیں۔ آپ نے اہل تھسلی کو واپس وطن بھیج دیا' اچھا کیا اس لئے کہ وہ ساتھ چلنے کو تیار نہ تھے۔

سکندر نے بے اختیار ہو کر پوچھا۔ "خدارا مجھے بتاؤ تم کیا چاہتے ہو۔؟"

کوئینس نے سر کو سہلاتے ہوئے کہا۔ "کیا چاہتے ہیں؟ ہمارے قائد! ہمارے آقا!! ہم میں سے کئی ایسے ہیں جو بوڑھے والدین کی زیارت کے مضطرب ہیں۔ کچھ اپنے بیوی بچوں کو دیکھنے کے خواہاں ہیں۔ سکندر! اب ہمیں ہماری مرضی کے خلاف آگے نہ لے جائیے۔ اس لئے کہ ہم اب وہ نہیں رہے جو پہلے تھے۔ اگر اب ہمیں وطن واپس لے جاؤ گے تو دوبارہ ستھیوں اور قرطاجنوں کے خلاف تمہارے ساتھ آنے پر تیار ہو جائیں گے۔ تمہیں کئی یونانی اور مقدونوی مل جائیں گے جو تمہارے ساتھ انعام کے حصول کی خاطر مل جائیں گے" اور جنگ اور محاذ آرائی ان کے لئے خوف کا سبب نہ ہو گی۔ اس لئے کہ انہوں نے خطرات نہ دیکھے ہوں گے۔ سکندر اعظم کے سب لشکریوں نے ان الفاظ کی بھرپور تائید کی۔ وہ غصے میں مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے شامیانے میں جا بیٹھا۔ کسی کو ملاقات کی اجازت نہ دی۔ صرف خدام کھانا لے جاتے۔ تجربے کی بنا پر وہ اس گمان میں تھا کہ اس کے عسکری باہم بات چیت کر کے ارادہ تبدیل کر لیں گے لیکن اب کے سپاہی چپ چاپ بیٹھے رہے اور اس کے قریب نہ گئے۔

سکندر اعظم نے لشکر کے نام حکم بھیجا جو ذیل کے الفاظ پر مشتمل تھا:

"میں تو آگے جا رہا ہوں۔ جو میرے ساتھ چلنا چاہے وہ چلے۔

سکندر اعظم کو اس فرمان کا کوئی جواب نہ ملا۔ لشکر ہٹنے کے لئے تیار نہ تھا۔ وہ صرف ایک امر کا خواہاں تھا کہ سکندر انہیں واپس لے جائے۔

تین یوم تک کشمکش کا سلسلہ جاری رہا۔ بعد ازاں سکندر اعظم نے سالخور

مقدونوی افسروں کو اپنے خیمے میں بلایا اور خیمہ بہ خیمہ سرگوشی ہوتی رہی۔ وہی افسر طلب کئے گئے تھے جو بہبود وطن کے سب سے زیادہ خواہاں تھے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کے اور سکندر اعظم کے مابین کیا بات چیت ہوئی لیکن جب شاہی خیمے سے باہر نکلے تو یہ حکم لے کر آئے کہ عبور دریا کے لئے فال نکالی جائے اگر فال خلاف نکلی تو فوج کو واپس جانے کا فرمان نافذ کر دیا جائے گا۔

افسروں نے ارسٹانڈ Aristander کو بلا کر کہا کہ فال دیکھو۔

ارسٹانڈر اپنی پیش گوئیوں کے صحیح یا غلط سمجھے جانے کے بارے میں بے نیاز اور مستغنی ہو چکا تھا۔ اب بیس ہزار اشخاص اسے اپنی امیدوں اور خواہشات کا مرکز اور محور بنائے بیٹھے تھے۔ ارسٹانڈر کو بطلیموس نے یہ بھی یاد دلایا کہ اب تک جتنی پیش گوئیاں کر چکے ہو یہ سب سے بڑھ کر ناساز گار اور غیر مطابق ہونی چاہیے۔

بھیڑ ذبح کی گئی اور اس کا جگر دیکھا گیا۔ ارسٹانڈر نے متنبہ کیا کہ اگر رود بیاس کو عبور کیا گیا تو زبردست مصیبت نازل ہو گی۔ یہ سنتے ہی عسکری چھلانگیں لگاتے خوشیاں مناتے خیمہ سکندری کی جانب بڑھے اور دروازے کے قریب دست بدعا ہوئے۔ وہ اس خیال میں تھے کہ اب جلد مقدونیہ واپس پہنچیں گے۔

دنیا کے سب سے بڑے فاتح نے دریائے بیاس کے کنارے بارہ ستون تعمیر کرنے کا حکم دیا جنہیں وہ اپنی مراجعت کی نشانی بنانا چاہتا تھا چنانچہ وہ وہاں سے جہلم اور جہازوں کی جانب لوٹا جہاں ہفا اسٹن HEPHAESTION فتح و نصرت کی یادگار میں نیا شہر تعمیر کرنے میں مصروف تھا۔ سکندر اعظم کے بنوائے ہوئے شہروں میں سے سکندریہ، ہرات، قندھار، کابل، غزنی، خجند، حیدر آباد، پھالیہ، رہ گئے ہیں۔ یونان میں آئی گائی اور پیلا کی بنیادوں کے صرف چند پتھر رہ گئے ہیں باوجودیکہ وہ قدیم مقدونیہ کے دارالحکومت رہ چکے تھے۔

سکندر اعظم نے محض فتوحات اور شان و شکوہ کے اظہار کے لئے اتنی مسافت نہ طے کی تھی۔ اسے پختہ یقین تھا کہ جہاں وہ پہنچا ہوا ہے یہ جگہ ربع مسکوں کی حد سے

بہت قریب ہے۔ وہ صرف اس لئے آگیا تھا کہ زمین کے آخری اسرار دریافت کرے۔ علاوہ ازیں وہ اپنی تخیلاتی دنیا کی شان و شکوہ سے دست بردار ہو رہا تھا۔ جہاں پر ناسس کی رفعتیں ہر سو پھیلی ہوئی تھیں اور جہاں ایسے وجود آباد تھے جو حیوانات سے بلند تر تھے اور ان میں لاہوتی اور الٰہی اجزاء پائے جاتے تھے۔ وہ سالہا سال تک مطالعہ کتب میں جو عجیب و غریب خواب دیکھتا رہا تھا انہیں پس پردہ چھوڑے جا رہا تھا۔ اس کا عزم و استقلال اور اس کی بے پناہ قوت ارادی اس تلاش سے وابستہ اور مرتبط تھے اور وہ خود آخری راز تک پہنچنے کا متمنی اور خواہاں تھا۔ وہ بحرالکاہل تک نہ پہنچ سکا تھا، جو اس کے تخمینے سے بہت دور مشرق میں واقع تھا۔ یہ بھی ایک غیر معمولی واقعہ تھا کہ وہ بیاس تک پہنچ گیا۔ رومی لشکر اس مقام سے 1800 میل پیچھے تھک بمشکل داخل ہو سکے تھے اور مغربی ملاح دو ہزار برس بعد فوج کے ساتھ شمال ہند میں وارد ہوئے تھے۔

سکندر اعظم آٹھ سال تک مشرق کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔ اب اس پیش قدمی سے دست بردار ہوتے ہی اس کی طبیعت بدل گئی۔ اس میں جو دل خوش کرنے والا اعتماد قدم بقدم پایا جاتا تھا وہ اختتام پذیر ہو گیا اور اس کی جگہ اک گونہ آزردگی، دکھ، صعوبت، رنج، ملال اور چھوٹی چھوٹی چیزوں پر توجہ نے لے لی۔ ایسا دکھائی دیتا تھا کہ اب وہ اپنے گھر کو منظم کر دینا چاہتا ہے۔ غالباً” اسے یہ احساس بھی تھا کہ فوج نے وفا کا حق ادا نہ کیا۔ یقیناً” وہ جس عسکر کو مشرق کی جانب سے لایا تھا۔ اسے زیادہ مشکل راستے سے واپس لے گیا۔ اس لئے کہ آمدورفت کے نئے ذرائع دریافت کرنا چاہتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے کہا تھا کہ میں کسی مقدونوی کو اس کی مرضی کے خلاف ساتھ جانے پر مجبور نہ کروں گا لیکن وہ بذات خود ان مقامات پر گیا جہاں اہل مقدونیہ جانا پسند نہ کر سکتے تھے۔

واپسی کا سفر دریا کے راستے شروع ہونے سے قبل کوئینس بعارضہ بخار دائمی اجل کو لبیک کہہ گیا اسے نو تعمیر شہر نکائیا میں دفن کیا گیا۔ اس شہر کو بارش سے کافی

نقصان پہنچا تھا۔ سکندر اعظم نے شمال ہند کے مفتوحہ علاقوں کا انتظام لشتم پشتم کیا۔ تمام علاقے مقامی حکمرانوں کے حوالے کر دیئے۔ جو علاقے دریائے سندھ کے مغربی جانب واقع تھے ان کا انتظام و انصرام مقدونوی افسروں کے ہاتھ میں دے دیا۔ مریضوں اور بعض دیگر اشخاص کو نئے شہروں میں آباد کیا اور اس طرح نو آبادیات (Colonisation) کی بنیاد رکھی۔ دیسی فوجیں توڑ دیں اور سب سپاہیوں اور افسروں کو انعامات و اکرامات سے نوازا۔ پھر وہ دریائے جہلم کے راستے سندھ اور جنوبی سمندر کی طرف روانہ ہوا۔ پھر تریوں کے ذریعہ سے روانگی کا حکم صادر کیا۔ جہاز آہستہ آہستہ روانہ ہوئے۔ روانگی کے وقت ایسا شور و غل کبھی نہ سنا گیا تھا۔ سپاہی نعرے لگا رہے تھے۔ ملاح گانے گا رہے تھے:

دریا کے کنارے جہازوں سے اونچے تھے۔ اس لئے آوازیں کناروں سے ٹکرا کر گونجتی تھیں۔ جو ہندوستانی سکندر اعظم کی اطاعت قبول کر چکے تھے وہ انگشت بدنداں رہ گئے اور گاتے ہوئے کنارے کنارے جہازوں کے ساتھ جا رہے تھے۔ انہیں گانا بجانا بہت پسند تھا۔

یہ خوشیاں دریائے جہلم اور سندھ کے سنگم تک منائی جاتی رہیں۔ ان دریاؤں کے مقام اتصال پر پانی بہت تیز تھا۔ جن جہازوں کے پیندے بہت بڑے تھے ان کو تو زیادہ نقصان نہ پہنچا یہ جہاز امیر البحر نیارکس کی نگرانی میں فنیقی، قبرصی اور مصری جہاز سازوں نے بنائے تھے لیکن جو جہاز اتھلے تھے ان میں پانی بھر گیا۔ یہاں سکندر اعظم نے اپنے لشکر کو حکم صادر فرمایا کہ وہ ہند کے وسط سے ہوتا ہوا آگے بڑھے۔

روانگی کے وقت یہ انتظام کیا گیا تھا کہ دریائے جہلم کے دونوں کناروں کے ساتھ ساتھ بار برداری کی گاڑیاں چلیں۔ ایک جانب کی کمان ہفا اسٹن (Hephaestion) کے سپرد تھی۔ دوسری کریٹرس کے حوالے تھی۔ اس طرح دونوں عسکری سربراہوں کی چپقلش کا کوئی احتمال باقی نہ رہا۔ اب اس نے ایک فوج آس پاس کے علاقے میں روانہ کر دی تاکہ جو لوگ بر سرپیکار ہونے کے لئے تیار ہو رہے تھے انہیں منتشر کر دیا

جائے۔ اس طرح کرتے کراتے وہ صحرائے تھر کے علاقے میں ملوئیوں (Mallians) کے پاس پہنچ گئے۔ آریاں رقمطراز ہے کہ اس حصے کے لوگ بہت بہادر اور جسور تھے ان میں سے تھوڑے ہی خود سپردگی پر آمادہ ہوئے۔

ایک مقام کو تسخیر کر کے آگے بڑھتے تو دوسرے پر مزاحمت کا آغاز ہو جاتا۔ اس متواتر مزاحمت نے مقدونویوں کے دل میں تلخی اور قساوت پیدا کر دی۔ جو جنگ سے تنگ آ چکے تھے نئی مشکلات نے ان کے غصے کو آگ بھڑکا دی اور تاخیر نے انہیں اپنے سوا ہر ایک کی تکلیف سے بے پرواہ بنا دیا چنانچہ وہ مقابلہ اور مزاحمت کرنے والوں کو قریہ قریہ دوڑاتے پھرے اور اسی طرح صحرا میں پہنچا دیا۔ جو ہاتھ آتا اسے فوراً" تہ تیغ کر دیتے۔

روزنامچہ نویسوں نے یہاں پہنچ کر مختلف آبادیوں میں قتل عام کا ذکر کیا ہے۔ سکندر اعظم کی عجیب کیفیت تھی۔ اس کے ذہن میں خیال آگیا تھا کہ جہاں سے گزرے مزاحمت کا کوئی نشان نہ چھوڑے بعض دفعہ وہ خود حملہ آور فوج کو لے کر نکلتا۔ ایسے ہی ایک موقعہ پر اسے سخت گزند پہنچا' جس سے فوج میں خوف و ہراس کی ایک لہر دوڑ گئی۔

ملتان کے قلعے میں مقامی رؤسا خود اور اپنی فوجوں کو لے کر اکٹھے ہو گئے تھے۔ وہ کسی غیر ملکی حکمران کی برتری قبول کرنے کو آمادہ نہ تھے۔ سکندر نے قلعے کی دیوار کے ساتھ سیڑھی لگوائی اور اوپر چڑھ گیا پیوسس ٹس اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ سکندر اعظم کا خاص محافظ جو ٹرائے سے حاصل کردہ ایکے لیز کی ڈھال لئے ساتھ رہتا تھا۔ پیوسس ٹس کے پیچھے چڑھا ایک اور بہادر نے اس کا ساتھ دیا۔ اردگرد کے برجوں سے آتش باری ہو رہی تھی لیکن یہ چاروں دیوار پر پہنچ گئے پھر عسکریوں کا ریلا سیڑھی کی جانب بڑھا تو وہ ٹوٹ گئی۔ سکندر اعظم نے دیوار پر بیٹھ کر فائرنگ کا ہدف بننا پسند نہ کیا اور وہ اندر کی جانب کود پڑا یہ اس کا جذباتی فیصلہ تھا جس کی بنا پر بسا اوقات نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اس کے تینوں رفقاء نے اس کی پیروی کی۔ دیوار سے پشت لگا کر وہ

حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے لگے۔ ڈھالوں کے ذریعے اپنے آپ کو محفوظ رکھے ہوئے تھے۔ دریں اثنا ایک ساتھی ہلاک کر دیا گیا اور سکندر اعظم کو زہر میں بجھا ہوا ایک تیر ریڑھ کی ہڈی میں لگا جس نے اسے بہت پریشان کیا وہ لاچار ہو کر گر پڑا تو پیوس ٹس (Peucestas) اور لم نائی اس (Limnaeus) نے اس کے جسم کے روبرو اپنی جانوں کو ڈھال بنا دیا وہ بھی زخموں سے نڈھال ہو چکے تھے۔ پلوٹارک لکھتا ہے کہ اس نازک حالت میں دیگر مقدونوی سپاہی دیوار سے کودے اور دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو گئے۔ وہ اپنے عظیم جرنیل کو اٹھا کر اس کے خیمے میں لے گئے۔

سکندر اعظم کو جس کیمپ سے نکال کر لایا گیا تھا وہاں لوگوں نے آہ و بکا شروع کر دی۔ وہ حوصلہ ہار بیٹھے کہ اب فوج کی قیادت کون کرے گا اور وہ وطن کیسے واپس پہنچیں گے۔ اندیشہ تھا کہ سکندر اعظم کے خوف سے آزاد ہونے کی خبر پھیلتے ہی تمام جنگجو اقوام بغاوت پر آمادہ ہو جائیں گی۔ نیز یونانی دریاؤں سے گھرے ہوئے تھے اور سکندر اعظم کے سوا ان کی واپسی کا نقشہ کوئی تیار نہ کر سکتا تھا۔ جب انہیں پتا چلا کہ ان کا جرنیل زندہ ہے تو انہیں یقین نہ آیا۔ اگرچہ ایک مکتوب کے ذریعے اس کی زندگی کی توثیق ہو گئی تھی۔

انہیں اندیشہ تھا کہ محافظ فوج اور ان کے افسروں نے خود خط تیار کیا ہے۔ جب سکندر اعظم تمام حالات کا جائزہ لینے کے قابل ہوا اور فوج کی کیفیت اسے بتائی گئی تو اندیشہ پیدا ہوا کہیں فوج باغی نہ ہو جائے۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ مجھے اٹھا کر کشتی پر پہنچاؤ۔ سفینے پر اپنی نشت کی جگہ اتنی بلندی پر بنوائی کہ اردگرد جو فوج کیمپ میں بیٹھی تھی اسے خوب نظر آ جائے۔ پھر بھی اس کے دل میں شبہ رہا کہ شاید فوجی اسے مردہ خیال کریں چنانچہ جوں جوں کشتی چلتی تھی وہ اپنا ہاتھ اوپر اٹھاتا تھا تاکہ عسکریوں کو اس کے زندہ ہونے کا یقین ہو جائے۔"

پلوٹارک کی روایت کے مطابق یہ زخم چار انگلی طویل اور تین انگل چوڑا تھا۔

اس طرح سکندر اعظم کے زندہ ہونے کا غیر مشتبہ ثبوت پا کر لوگ کیمپ چھوڑ کر

کنارے پر پہنچ گئے۔ سفینے کے ساتھ ساتھ چلتے گئے اور پھولوں کے ہار بنا کر سکندر اعظم کی طرف پھینکنے لگے۔ کشتی ساحل پر پہنچی تو سکندر اعظم نے گھوڑا لانے کا حکم دیا۔ افسروں کی التجاؤں کے برعکس وہ انتہائی کوشش سے گھوڑے کی پشت پر بیٹھا اور آہستہ آہستہ فوج میں سے گزرتا ہوا اپنے خیمے میں پہنچا۔ سکندر اعظم کافی مدت تک یخنی اور پھلوں کا رس پیتا رہا۔ اس نے صحت مند ہونے پر جی بھر کر خیرات و صدقات دیئے۔

جب سکندر اعظم کی حالت نازک تھی اور فوج کی پیش قدمی رک گئی تھی تو نیارکس نے مزید جہاز بنانے کا حکم دے دیا تھا۔ نیارکس نے سکندر کے طرز عمل سے سخت اختلاف کیا اور کہا کہ آپ سخت لڑائی میں موت کے منہ میں جا گھسنے سے تامل نہیں کرتے۔ حالانکہ آپ کو عام سپاہیوں کی طرح خطرے میں نہیں پڑنا چاہیے۔ سکندر اعظم کو یہ نکتہ چینی نہ بھائی۔ قریب ہی ایک مقدونوی بہادر کھڑا تھا اس نے یونانی زبان میں کہا:

"بہادروں کو ارفع کارنامے سرانجام دینے کے لئے مصائب برداشت کرنے ہی پڑتے ہیں۔"

سکندر اعظم نے لاریب یہ زخم اٹھا کہ بڑی بھاری قیمت ادا کی تھی۔ اسے دیر تک نقاہت رہی وہ کشتی میں بیٹھ کر سفر کرتا۔ دریا کے کناروں پر جو مقامی سردار رہتے تھے انہوں نے وفا داری کے حلف اٹھائے۔ وہ مقامی حکمرانوں کے ساتھ دوستی کے معاہدے کرنا چاہتا تھا۔ جب سکندر اعظم نے مغرب کی جانب واپسی کا فیصلہ کر لیا۔ نیز کاری زخم لگنے کے باعث جو نظام حکومت ہند کے مفتوحہ علاقوں کے لئے بنا رہا تھا اس سے بھی چنداں دلچسپی نہ رہی۔ البتہ دریائے سندھ کو بحری راستے کے طور پر استعمال کرنے سے اسکی دلچسپی بڑھتی گئی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ دریائی راستے کا افتتاح کر رہا تھا۔ جہاں قیام ہوتا انجنیر کنوئیں کھود لیتے اور پانی کی نالیاں بنا دیتے۔ دریاؤں کے سنگم پر یونانیوں نے جہازوں کے کارخانے قائم کر دیئے۔ یونانی سنگ تراشوں نے عمدہ

نمونوں کی پیروی ہندوستانی فن کاروں میں نسل در نسل جاری رہی۔ حتی کہ بدھوں کے آخری دور میں یہ نمونے ایک خاص شکل اختیار کر گئے۔

فوج کے ساتھ جو سائنس دان تھے انہوں نے نئی غذائی اجناس، چینی، چاول اور زعفران کے متعلق امور اور کیفیات کا مطالعہ کیا اور کئی معلومات حاصل کیں۔ اطباء نے ایک دوسرے سے بخار اور طاعون کے علاج کے طریقے سیکھے۔

ہند کے دس فلسفیوں سے سکندر اعظم کی ملاقات ہوئی۔ یہ دس جمنو سوفسطائی ننگے رہتے تھے۔ انہوں نے مقدونیوں کو زک پہنچانے کے لئے سبھائیں قائم کی تھیں اور مقامی باشندوں کو غیر ملکی فاتحین کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا تھا۔

سکندر اعظم نے ان دس اشخاص میں سب سے زیادہ عمر والے شخص کو ثالث مقرر کیا اور یہ طے پایا کہ جس کا جواب غلط ہو گا اسے قتل کر دیا جائے گا۔

پہلا سوال تھا کہ زندوں کی تعداد زیادہ ہے یا مرجانے والوں کی؟

جواب دیا گیا کہ زندہ اشخاص کی تعداد زیادہ ہے کیونکہ جو مر گئے ہیں وہ موجود نہیں ہیں۔

دوسرا سوال یہ تھا: زمین پر زیادہ مخلوق معرض وجود میں آئی ہے یا سمندر میں؟

جواب: زمین پر کیونکہ سمندر زمین کا حصہ ہے۔

تیسرا سوال: نازک ترین مخلوق کون ہی ہے؟

جواب: نازک ترین مخلوق انسان تا حال دریافت نہیں کر سکا؟

چوتھا سوال: سبھاؤں کو بغاوت پر کیوں آمادہ کیا گیا؟

جواب: اس لئے آمادہ کیا گیا کہ عزت کی زندگی بسر کی جا سکے یا نابکاری کی موت مرا جائے۔

پانچواں سوال: پہلے دن ہے یا رات؟

جواب: دن ایک دن پہلے۔

جب کہا گیا کہ عجب جواب ہے تو سوال کا جواب دینے والے نے کہا عجیب سوال کا

جواب بھی عجیب ہوتا ہے۔ چھٹے فلسفی سے سوال کیا گیا کہ انسان ہردلعزیز کیسے بن سکتا ہے؟

جواب ملا: ہردلعزیزی نیکی کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ خوف و ہراس پیدا کرنے سے نہیں حاصل ہوتی۔

ساتواں سوال: انسان دیوتا کس طرح بن سکتا ہے؟

جواب: انسان کے لئے دیوتا بننا یا لاہوتی مقام پانا ممکن نہیں ہے۔

آٹھواں سوال: زندگی محکم تر ہے یا موت؟

جواب: زندگی کیونکہ زندہ شخص کو متعدد مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

نواں سوال: انسان کو کب تک زندہ رہنا چاہیے۔

جواب: جب تک وہ عزت کی زندگی بسر کر سکے۔

ان سوالات کے جوابات کے بعد سکندر اعظم ثالث کی جانب متوجہ ہوا۔

اب سکندر اعظم کے فوجی دستے ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں وہ میلوں تک پھیلا ہوا تھا۔ پانی اور سورج سالہا سال ان کے سامنے رہا۔ ایسے صحرا میں سے بھی گزرنا پڑا جہاں کوسوں تک پانی نہ تھا اور سورج کی تمازت نے اسے بھسم کر رکھا تھا۔ مقدونوی نوجوان فطرت کی طبعی قوتوں کے ساتھ نبرد آزما اور برسرپیکار رہے۔

کیلس تھی نیز کی وفات کے سانحہ کے بعد فلسفیوں کی تعداد کم ہو گئی تھی تاہم تھیبز کے ریاضی دان، بابل کے ستارہ شناس اور مجوسی موجود تھے۔ ان کے ساتھ ہندی یوگی بھی شامل ہو گئے تھے۔ ان یوگیوں میں سے ایک نے سکندر اعظم کے ساتھ جانے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ اس عمر رسیدہ شخص کے پاس ایک برتن اور چٹائی کے سوا کچھ نہ تھا۔ چٹائی کو وہ سونے اور بیٹھنے کے لئے استعمال کرتا تھا۔ جب کھانے کی ضرورت پڑتی تو وہ برتن سامنے رکھ دیتا تھا تاکہ اس میں کھانا ڈال دیا جائے۔ یہ ضرورت کم ہی پیش آتی تھی۔ اس یوگی کی خواہش ہوتی تھی کہ اسے تن تنہا رہنے دیا جائے۔ البتہ سکندر اعظم اس کے پاس آتا تو اس سے بات چیت کر لیتا۔ ایسے موقعہ پر

بھی وہ مقدونویوں کی تعریف شاذ ہی کرتا ایک دفعہ تو اس نے سکندر کو یہاں تک کہہ دیا:

> "تم نے بہت کچھ پایا اور بہت تباہی و بربادی کی۔ دیکھو تم نے کیا پہن رکھا ہے؟ اپنے متعلق ڈرتے رہو۔ یاد رکھو یہ ہتھیار یہ دولت یا یہ مقبوضہ جانور تمہیں زندگی نہ دے سکیں گے۔"

اس شخص کا نام Kalynas کیلی ناس تھا۔ مقدونویوں کا خیال تھا کہ کیلی ناس جسے مشیر کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے بدشگونی کی باتیں کرتا ہے۔ بلا شبہ وہ الہام و القا کا مدعی تھا۔ اس کا یہ بھی قول تھا کہ انسان دوبارہ پیدا ہو سکتا ہے۔ موت کے بعد زندگی حاصل کر سکتا ہے بالفاظ دیگر وہ تناسخ کا قائل تھا اور فیثا غورث یہ مسئلہ ایک ہزار سے زائد برس قبل کہہ گیا تھا۔

کیلی ناس یہ بھی کہا کرتا تھا کہ مردوں کے سائے اس تاریک خطے میں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہرے رہتے جو موت اور زندگی کے درمیان واقع ہے۔ اس سے مراد برزخ کا عالم تھا۔

سکندر اعظم نے ایک دفعہ کیلی ناس سے سوال کیا تم ہمارے ساتھ کیوں آئے ہو؟ کیلی ناس کے ماتھے پر شکن پڑ گئے اس نے پوچھا تم یہاں کیوں آئے ہو؟ تمہیں چاہیے تھا کہ تم اپنی سلطنت میں ٹھہرے رہتے اور لوٹ مار اور قتل و غارت کی خاطر اس کی حدود سے تجاوز نہ کرتے۔ کیلی ناس نے اس خیال کا اظہار بھی کیا کہ سکندر اپنی مرضی سے حرکت نہیں کر رہا ہے۔ یونانی فلسفی بتاتے کہ تقدیر کا نظریہ پیش کر رہا ہے لیکن سکندر دیکھ رہا تھا کہ کیلی ناس خود تقدیر سے خائف نہیں ہے۔ چلتے چلتے وہ توقع سے پیشتر ساحل سمندر پر جا پہنچے۔ مقدونوی گو سفر کی صعوبت کے عادی ہو چکے تھے لیکن سمندر نے ان پر نئی دہشت طاری کر دی۔ وہ سندھ کے ڈیلٹا یعنی طاس پر خاصا وقت بسر کر چکے تھے جہاں دریا کئی شاخوں میں بٹ کر سمندر میں گرتا ہے۔ ہفااس شن (Hephaestion) نے پٹالا الیگزینڈریہ یعنی حیدر آباد کے مقام پر ایک

مستقل بحری مرکز بنانا شروع کر دیا۔ سکندر اعظم اب فضل ربی سے رو بصحت ہو چکا تھا چنانچہ وہ بڑے جہازوں کا ایک بیڑا لے کر دریا کی ایک شاخ کے حالات دریافت کرنے کی خاطر نکل پڑا۔ معلوم ہوتا ہے کہ طاس کی زمینوں میں صرف بربری قبیلے آباد تھے اور یہ معلوم نہ تھا کہ آئندہ کیا در پیش آنے والا ہے اونی سکریٹس بیڑے کا کپتان تھا۔ روزنامچے میں وہ اپنے آپ کو امیر البحر لکھتا تھا۔ اسے علم نہ تھا کہ ساحل سمندر پر لہریں بہت زور دار ہو جائیں گی چنانچہ ساحل پر بیڑا غرقاب ہونے لگا۔ مقدونیوں کو یوں معلوم ہوا کہ بہت بڑی لہر تیزی سے ان کی طرف آئی ہے اور یہ کسی طبعی حرکت کا نتیجہ نہیں۔ جب وہ حالات کی دیکھ بھال کے لئے لنگرانداز ہوئے تو جزر کا دور شروع ہو گیا اور ان کے جہاز دلدل میں پھنس گئے۔ اہل مقدونیہ ابھی اپنے آپ کو حالات کے مطابق نہ بنا سکے تھے ---- بحیرہ روم میں انہیں اس قسم کی لہروں کا تجربہ نہیں ہوا تھا ---- کہ مد شروع ہوا اور لہروں نے لنگر انداز جہازوں کو تلاطم اور تھپیڑوں اندر کی جانب دھکیل دیا ان کا خیال تھا کہ سمندر ان کے خلاف غیظ و غضب کا اظہار کر رہا ہے۔ علم الخرافات یا مائیتھالوجی پر یقین رکھنے والے سمندر دیوتا Aeulas کو اپنے آپ پر ناراض خیال کر رہے تھے لیکن مقامی باشندوں نے انہیں بتایا کہ لہروں کا مدوجزر انسانوں سے بے پرواہ ہو کر اسی طرح مسلسل رواں رہتا ہے۔ ساحل سمندر پر یونانیوں کو بڑی بڑی مچھلیاں دکھائی دیں جو قبل ازیں انہوں نے کبھی نہ دیکھی تھیں۔

سکندر اعظم اپنا جہاز لے کر سمندر میں پہنچ گیا یا تو وہ ساحل سمندر کا معائنہ کرنے کی خاطر بحر ہند میں داخل ہوا یا ممکن ہے کہ اس کے دل میں یہ خیال ہوا کہ جہاز رانی کا دعویٰ کر سکے۔ سمندر میں اسے تازہ ہوا ملی۔ مطلع صاف تھا۔ دونوں امور خیر و برکت کی علامت تھے۔ سنہری برتن نذر آب کئے گئے تاکہ بیڑا سفر میں کامیاب رہے۔ یہ قربانی ایگا میمنن کی بیٹی افی جی نیا کی قربانی کے مقابلے میں مینی لاؤس کی بیوی ہیلن کی بازیافت کے لئے یونان کے ستر ریاستوں کو ٹرائے پر حملہ کرنے کے لئے اکٹھا

کیا تو ہوا سازگار نہ تھی اسے بتایا گیا کہ عزیز ترین شخصیت کی قربانی دے گا تب اس کا بحری بیڑا روانہ ہو سکے گا۔

سکندر اعظم طے کر چکا تھا کہ پرسی پولس واپس جاتے ہوئے بحیرہ عرب کے اس نامعلوم ساحل کی تفتیش کرے گا اور یہ ارادہ بالکل طبعی تھا۔ وہ جنوبی سمت میں سمندر پر پہنچا تھا۔ اسے کوئی ہندی ملاح یہ نہ بتا سکتا تھا کہ غربی جانب کیا ہے۔ صرف اتنا معلوم تھا کہ عربوں کے جہاز وقتاً فوقتاً دریائے سندھ کے دہانے پر آتے ہیں اور ساتھ مسالے' ہاتھی دانت اور موتی لاتے ہیں۔ یہ واضح تھا کہ مغربی جانب دریائے دجلہ اور دریائے فرات بھی کسی سمندر میں گرتے ہوں گے اور ان سے آگے عرب واقع ہو گا اور آگے بڑھنے پر مصر کا سرخ ساحل آ جائے گا چنانچہ سکندر اعظم نے طے کر لیا کہ بیڑا ساحل کے ساتھ ساتھ دجلہ کے دہانے تک جائے گا لیکن سب لوگ بتاتے تھے کہ ساحلی علاقہ بنجر اور ریگستانی ہے اور مقدونوی جہازوں پر صرف چار روز کے لئے پانی یا کھانا رکھا جاتا تھا۔ نیز معلوم ہوا کہ اگر کسی طوفان میں بیڑا غرقاب ہو جائے تو ملاحوں کو بے آب و گیاہ بنجر ساحل پر اترنا پڑے گا۔

اہل مقدونیہ نے قبل ازیں کبھی سمندر میں سفر کا تجربہ نہ کیا تھا اور نا معلوم ساحل کے ساتھ ساتھ جہاز رانی کے تذبذب میں نیلے پانی پر سفر کے طبعی خطرات نے اضافہ کر دیا تھا لیکن سکندر اعظم اپنے دل میں ارادے کو پورا کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ وہ آگاہ تھا کہ ربع مسکوں کے جنوبی کنارے کی شکل کے متعلق یقین حاصل ہو جائے اور نیارکس سے اس نے کہا کہ جہازوں کی کمانداری کے لئے کسی کو نامزد کر دیا جائے۔ نیارکس نے سوچ بچار کے بعد کہا:

"ایسے لوگ بھی ہیں جن کو جہازوں کا علم مجھ سے زیادہ ہے اور ایسے اشخاص بھی ہیں جو قیادت میں مجھ سے زیادہ تجربہ کار ہیں لیکن میرے خیال میں اس بحری بیڑے کی قیادت مجھے ہی سنبھالنی چاہیے۔ سکندر اعظم نے کچھ دیر تذبذب کے بعد اس تجویز سے اتفاق کر لیا اور نیارکس کو کہا کہ اس جان جوکھوں میں ڈالنے والے کام کو پایہ

تکمیل تک پہنچانے کے لئے تم سے بڑھ کر کسی پر اعتماد نہیں کر سکتا۔

یہ بہت عمدہ انتخاب تھا۔ یونانی تخیل نے جس قدر خطرات اس سمندری سفر کے ضمن میں پیش کئے تھے ان کے نزدیک کریٹ کے اس جہاز ران کو کمان تفویض کرنا بہت اچھا تھا۔ جو جملہ تفکرات سے آزاد تھا سکندر کو بڑھانکنے والے اونی سکری ٹس پر اعتماد نہ رہا تھا۔ اس سفر کی تیاری مکمل کر لی گئی اور طے پایا کہ بیڑے کے ساتھ ساتھ خشکی پر چلے۔ چونکہ مختلف اقوام کا انبوہ کثیر صحرائی علاقے سے نہ گزر سکتا تھا لہٰذا سکندر اعظم نے فوج کا بیشتر حصہ نیز بار برداری کی گاڑیاں اور افسروں کے اہل و عیال کو آسان راستے سے روانہ کر دیا جو جھیل ہلمند کے پاس سے گزرتا تھا۔ کرائی ٹیرن کو اس کی کمان سونپی اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر ضرورت پڑے تو فصلیں کاشت کروا لے اور ریوڑوں کو چراتا ہوا ایرانی سطح مرتفع کے جنوب میں ساتھ آ ملے۔

سکندر اعظم نے ساحل کے ساتھ ساتھ جانے والے لشکر کی تعداد بارہ ہزار سے چودہ ہزار تک رکھی۔ اس لشکر میں اگریانی، سوار تیر انداز اور سکندر اعظم کی محافظ فوج بھی شامل تھی۔ اسے مکران کے ریگزار میں سے گزرنا تھا۔ صحرا میں گزرنے کی وجوہ کے متعلق متعدد روایات ملتی ہیں لیکن صحرا میں سے فوج کو گزارنے کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ بحری بیڑے کو مدد ملتی جائے۔ سکندر اعظم کو بلوچستان و مکران میں سے گزرنے کا یقیناً علم تھا لیکن پورا علم قطعی طور پر نہ تھا۔ ایک سپاہی نے بجا طور پر کہا:

> "سکندر اعظم نے ایشیا میں جتنی بھی تکالیف برداشت کیں ان میں سے کوئی بھی تکلیف مکران میں گزرنے کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔"

سکندر اعظم کے ساتھ رہبر بھی تھے اور اس نے رسد کا اہتمام بھی کر لیا تھا۔ جب جہازوں کی روانگی کے لئے ہوا موافق ہو گئی اور وہ خود حیدر آباد سے روانہ ہوا تو پتا چلا کہ عورتوں، نومولود بچوں، کاہنوں اور نجومیوں کا ایک مستقل لشکر ساتھ ہے۔ اس موقع پر اس نے غیر مضافاتی آبادی کو الگ کرنے کی کوشش نہ کی۔ ایک ماہ کے

اندر اندر وہ سب مصائب میں مبتلا ہو گئے۔ بربری قبائل نے حملے شروع کر دیئے اور جو گاؤں انہیں راستے میں ملے ان میں خوراک نہ تھی۔ انہوں نے ساحل پر چند کنوئیں کھودے۔ نیز غلے اور خشک کردہ گوشت کے ذخائر جا بجا رکھ دئے۔ یہ سارا انصرام و اہتمام نیارکس اور ملاحوں کے لئے تھا۔ جو لوگ لشکر کے ساتھ تھے وہ جملہ ذخائر چٹ کر گئے۔ موسم گرما نہ تھا لیکن وہ ایک ایسے منطقے میں پہنچے جہاں آفتاب کی تمازت جوبن پر تھی اور مویشیوں کے لئے چارے کی کوئی صورت نہ تھی۔

مکران اگرچہ ریگزار اور چٹیل میدان تھا جس میں نہ کوئی شہر تھا نہ سڑک لیکن اس کے باوجود اس کی فضا ایک غیر مرئی خوشبو سے معمور اور لبریز تھی۔

فنیقی اس علاقے سے بالچھڑ کی جڑیں سمیٹنے لگے۔ اگر کسی شخص کا پاؤں چلتے وقت کسی جڑ پر پڑ جاتا تو ہوا خوشبو سے لبریز ہو جاتی۔ تیج پات کے اشجار میں کونپلیں نکلی ہوئی تھیں اس درخت کے پھول سفید بنفشے جیسے تھے۔

اس چٹیل میدان میں سے گزرنے کے دوران میں ریت کے ٹیلے آ گئے جن پر چڑھنا دشوار کام تھا۔ دن کو سورج کی چلچلاتی دھوپ سے بچنے کے لئے رات کو مسافت طے کی جاتی۔ اس بے آہ و گیاہ سرزمین میں بعض فوجی سکندر سے بگڑ گئے۔

دستوں کو غلے کے بورے دے کر ساحل سمندر پر بھیجا گیا وہ راستے میں غلہ خود ہی ہڑپ کر گئے۔ سکندر اعظم غلے کے بورے سربمہر کر کے بھیجتا۔ عسکری مہریں توڑ لیتے۔ رات کے وقت باربرداروں کے چھکڑے اور گاڑیاں توڑ دیتے اور بیان داغتے کر خود ٹوٹ گئی ہیں گاڑیوں کو بطور ایندھن کے استعمال کرنے سے گریز نہ کرتے۔ بعد ازاں گاڑیاں کھینچنے والے جانوروں کو کھانا شروع کر دیا۔ سکندر اعظم کو ان کی دست درازی کا علم تھا لیکن سرکاری طور پر نوٹس لینے سے در گذر کیا۔ اس صحرا سے گذرنا میر سالار اور عسکر کے لئے قوت ارادی کا امتحان بن گیا۔ سپہ سالار مراجعت کے ہرگز آمادہ نہ تھے اور فوج تھی کہ اس نے اسے واپسی پر مجبور کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ نیارکس کے متعلق اسے کوئی خبر نہ ملی۔ کرائی ٹیرس صد ہا میل کی

مسافت پر تھا۔ لیکن جس خطے میں سے وہ گذر رہا تھا وہ انتہائی زرخیز تھا۔ بہرحال سکندر اعظم نے ساحل کے ساتھ ساتھ سفر جاری رکھا۔ آخر کار سامنے ایک پہاڑ آگیا اور وہ ساحل سے ہٹ کر ملک کے اندر کی جانب مڑنے پر مجبور ہوگیا۔

ایک روز یہ اشخاص ایک نالے میں قیام پذیر ہوئے۔ دفعتاً" پہاڑوں پر شدید بارش برسنے لگی۔ نالہ کے پانی سے یکدم لبریز ہونے کے باعث کئی مستورات اور نوکر غرقاب ہو گئے۔ کافی سارا سامان بھی بہہ گیا متعدد سپاہی اسلحہ سمیت ڈھلوان کناروں پر چڑھ گئے لیکن اگلے دن خاصی تعداد لقمہ اجل ہوگئی کیونکہ دیر تک پیاسا رہنے کے باعث وہ گدلا پانی بکثرت پی گئی تھے۔ بیماروں کے لئے سواری کا انتظام ممکن نہ تھا کہ سواریاں تو عاقبت نااندیشی کے باعث باقی ہی نہ چھوڑی گئی تھیں۔

چنانچہ متعدد اشخاص کو راستے میں مختلف مقامات پر چھوڑنا پڑ گیا۔ کئی بیمار سفر کی سکت نہ ہونے کے باعث ساتھ نہ دے سکے۔ ان کی تیمار داری کی خاطر بھی کسی کو نہ چھوڑا جا سکتا تھا۔ اس لئے کہ فوج نہ ٹھہر سکتی تھی۔

اب رہبروں کو بھی راستے کا علم نہ تھا۔ وہ سمندر سے کافی پرے ہٹ چکے تھے۔ ہند واپس لوٹنے کا مسئلہ خارج از بحث تھا۔ افسر راستے کی سمت کا تعین دب اکبر کو دیکھ کر کرتے تھے۔ سکندر اعظم نے فیصلہ کیا کہ بائیں جانب رخ رکھنا چاہیے تاکہ بحری بیڑے کو تلاش کیا جاسکے۔ لیکن یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ مکران سے گزرتے وقت سکندر اعظم دیگر اشخاص کے ساتھ خود پیدل چلتا اور جتنا وہ کھاتے پیتے اتنا یا اس سے بھی کم خود کھاتا۔

جب وہ دوبارہ ساحل سمندر پر پہنچ گئے تو ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ لیکن ساحل کے ساتھ چلنا امکان سے خارج تھا۔ بڑی تگ و دو کے بعد متعدد مصائب برداشت کرنے کے بعد وہ ایک شہر میں پہنچے۔

یہاں انہیں اجناس خوردنی مع گوشت اور کھجور کے ملیں۔

بتایا جاتا ہے کہ وہ شہر میں داخل ہوتے وقت گاڑیوں میں اپنی نشستوں پر بیٹھے

گلدستے ہلا رہے تھے۔ کرائی ٹیرس بڑی شان و شوکت سے پہنچا تھا۔ اس کے ساتھ ہاتھیوں کی قطار رہتی۔ وہاں ٹھہر کر دوسرے آنے والوں کا انتظار کرنے لگے لیکن نیارکس اور اس کے بیڑے کے متعلق قطعا مایوس ہو چکے تھے۔ فوج محض اتفاقیہ طور پر پہنچی تھی۔ سب کو یقین ہو چکا تھا کہ نیارکس اشیائے خوردنی و نوشیدنی نہ پا سکنے کے باعث داعی اجل کو لبیک کہہ چکا ہوگا۔ بیڑے کے ضیاع کے خدشے کے باعث وہ یہاں کئی ماہ مقیم رہا۔

ایک دن بیڑے کے دکھائی دینے کی افواہ گرم ہوئی لیکن کوئی ایسا شخص نہ ملا جو بتا سکتا کہ اسے جہاز دکھائی دیے ہیں۔ سکندر اعظم کو بحری جہازوں کے متعلق خبر اس وقت ملی جب دو گاڑیاں اس کی قیام گاہ پر پہنچیں اور ان میں نصف درجن اشخاص مفرور تھے۔ گاڑی بانوں نے بتایا کہ یہ اشخاص سڑک پر گھوم رہے تھے۔ چونکہ یہ یونانی بول رہے تھے اور سکندر اعظم کا نام لے رہے تھے اس وجہ سے ہم انہیں یہاں لے آئے ہیں۔ وہ محض ہڈیوں کے ڈھانچے رہ گئے تھے۔ سمندر کا کھاری پانی پیتے رہے تھے۔ گاڑی والوں نے بتایا کہ ہم نیارکس کا پتا لگا رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں سکندر اعظم کے پاس پہنچاؤ اور ہم انہیں یہاں لے آئے۔ ان میں سے ایک ڈھانچہ تو یوں گویا ہوا کہ میں نیارکس ہوں۔

Thither came Nearchus his Admiral unto him, who made report what he had seen and donein navigation.

(Plutarch's Life of Alexander, P

سکندر اعظم کو چند لمحوں کے بعد یقین آیا۔ پھر سکندر اعظم کہنے لگا:

”میں خدا کا شکر گذار ہوں کہ تم لوگ زندہ رہے۔ اب بتاؤ جہازوں اور دیگر لوگوں پر کیا بیتی؟ نیارکس بڑی مشکل سے سوال سمجھ پایا اور کہنے لگا تمام ملاح جہازوں میں دریا پر کھڑے انتظار کر رہے ہیں جہازوں کی مرمت ہو رہی ہے۔ ہمیں بتلاش بسیار آپ کا سراغ نہ مل سکا۔“

سکندر اعظم نے اس رات کو جی بھر کر خیرات و صدقات دیئے۔ فوج مشعلیں

لے کر نکلی۔ نیارکس سب سے آگے تھا۔ اسے ہار پہنائے گئے تھے۔ لڑکیاں پھول لئے اس کے اردگرد محو رقص تھیں۔ بانسریاں بج رہی تھیں۔ سکندر اس وقت تک نہ سویا جب تک سمندر کے حالات نیارکس کی زبانی نہ سن لئے۔ نیارکس زیادہ باتوں کا عادی نہ تھا۔ اس وجہ سے سکندر اعظم کو ہر بات کے متعلق سوال کرنا پڑتا تھا۔ نیارکس سوالوں کے جواب بے تکلفی سے دیتا جاتا اور تمام طے شدہ مسافت کا پورا ریکارڈ ساتھ رکھے ہوئے تھا۔ جو ستارے رات کو دیکھے تھے ان کے متعلق سب کچھ قلمبند کر لیا تھا بلکہ ہر روز دوپہر کے وقت سائے کا طول بھی قلمبند کر لیا جاتا تھا۔ راستے میں جو جزیرے اور بندرگاہیں آئیں ان کے نام بھی لکھ لئے تھے۔ اس قسم کی تمام تفصیلات سکندر اعظم کو بتا دیں۔ اسے ساحل کے سائر حالات کا معائنہ کرنے کا حکم صادر ہوا تھا اور اس نے تعمیل ارشاد میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ سکندر اعظم نے پوچھا کہ راستے میں غذا بھی ملی؟

نیارکس نے جواب دیا کہ روانگی کے بعد صرف ایک جگہ غلہ کثیر اور وافر مقدار میں ملا تھا۔ پھر پوچھا کہ آدمیوں کی کیا حالت رہی؟ انہوں نے بحری سفر تو کبھی کیا ہی نہ تھا۔ نیارکس نے بتایا کہ جو لوگ بہت خوفزدہ ہو گئے تھے انہیں ساحل پر اتار دیا پھر جب اندیشہ لاحق ہوا کہ یہ لوگ کہیں بھاگ ہی نہ جائیں تو میں جہازوں کو ساحل سے کافی دور ٹھہراتا۔ ملاح بھوک کے باعث کمزور و ناتواں ہو گئے۔ تو انہیں خوراک کے علاوہ کوئی خیال ہی نہ رہ سکتا تھا۔

رہا مسئلہ کہ اتنا عرصہ غذا کے بغیر کیسے گزارا کیا؟ امیرالبحر نیارکس نے بتایا کہ جو ذخیرہ ہمیں مل گیا تھا اس کے ختم ہوجانے پر ہم وقتاً فوقتاً ساحل کے قریب آجاتے۔

رومیوں کے قریہ سے چپاتیاں، کھجوریں اور میوہ جات حاصل کر لیتے۔ ان اجناس کے لئے ہمیں برسرپیکار ہونا پڑتا۔ پھر مچھیروں کا ساحل آگیا جو 1175 میل طویل تھا۔ وہاں ہم نے لوگوں کو سوکھی مچھلی بطور غذا استعمال کرتے دیکھا اور ان کی نقالی کی اور مچھلیوں کے علاوہ سمندر میں مکڑوں اور گھونگوں سے کام لیتے رہے۔ جب جزر کا موسم

آنا تو ساحل سمندر پر جہاں جہاں پانی کے جوہڑ سے رہ جاتے ہم ان میں سے مچھلیاں پکڑ لیتے۔ بعد ازاں ہم گوبھی کی نوع کی ایک شے کھانے لگے جو تاڑ کے اشجار کی چوٹیوں پر ہمیں نظر آتی تھی۔ البتہ پانی ہمیں بسا اوقات نہ ملتا لیکن اگر ساحل پر کنوئیں نہ کھودتے تو اندرون ملک چلے جاتے اور کہیں نہ کہیں سے کچھ پانی حاصل ہو ہی جاتا۔

خطرات کے متعلق سوال ہونے پر نیارکس نے بتلایا کہ سب سے بڑی پریشانی یہ درپیش آئی کہ اچھی لکڑی کے بغیر جہازوں کی مرمت ممکن نہ تھی جب ہم جزیرہ نرید NEREID خلیج فارس کے دہانے کے قریب پہنچے تو ہمیں آگاہ کیا گیا کہ جو شخص اس جزیرے میں اترتا ہے وہاں کی ملکہ اسے اپنے پھندے میں پھانس لیتی ہے اس سے متمتع اور محظوظ ہوتی ہے پھر اسے مچھلی بنا کر سمندر میں پھینک دیتی ہے۔ وہاں سے گذرے تو ایک جہاز غائب ہوگیا۔ ایک ملاح کا خیال تھا کہ گم گشتہ جہاز غالباً اس جزیرے میں جا پہنچا اور اس کے آدمی نرید کا کوئی سراغ نہ ملا۔ کچھ دیر بعد گم شدہ جہاز ہمارے ساتھ آملا۔ نیارکس نے یہ بھی بتایا کہ ایک جگہ ہمیں بحری عفریتوں سے سابقہ پڑا۔ صبح کا وقت تھا، میں نے دیکھا کہ سمندر کا پانی متعدد مقامات سے اوپر اچھل رہا ہے۔ یہ پانی وہی عفریت اچھال رہے تھے جنہوں نے زیر آب ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ ملاح یہ دیکھ کر اس قدر خوفزدہ اور ہراساں ہو گئے کہ انہوں نے چپو ہاتھ سے رکھ دیئے۔ میں بنفس نفیس ان کے پاس جا پہنچا انہیں حوصلہ دلایا اور حکم دیا کہ جہاز ایک قطار میں ہو جائیں۔ جس طرح جنگ کے لئے صف بندی کر لی جاتی ہے۔ پھر ہم ان عفاریت کی طرف بڑھے ان کے رنگ سیاہ اور قد اس قدر بڑے تھے۔ جیسے بارہ چپوؤں والا جہاز۔ جب ہم قریب پہنچے تو خوب شور مچایا۔ ڈھول بجائے، تریاں بجائیں، ہمارا شور وغل سن کر عفریت سطح آب کے نیچے چلے گئے۔ جب ہم دور آگے نکل گئے تو پھر وہاں نمودار ہوئے۔ اہل مقدونیہ نے پہلی دفعہ وھیل مچھلیاں دیکھی تھیں۔ انہوں نے ماہی گیروں کے گھر بھی دیکھے جو وھیل کی ہڈیوں سے بنائے گئے تھے۔

سکندر اعظم کی تلاش کے لئے بیڑے کو ٹھہرنے سے قبل جنوبی اور مغربی جانب ایک راس دکھائی دی جو سمندر میں آگے بڑھی ہوئی تھی۔ اونیسی کرے ٹس کا خیال تھا کہ وہاں اتر کر خشکی پر سے گذرنا چاہیے۔ لیکن نیارکس نے کہا کہ یہ صحرائی علاقہ ہے اور غالبا عرب کا کوئی حصہ ہے۔

وہاں پہنچ کر ہمیں یقین ہوگیا کہ ہم کھلے سمندر سے باہر نکل آئے ہیں۔ اب خلیج فارس سامنے تھی جو دجلہ کے کنارے تک چلی جاتی تھی۔

یہ سب حالات سن لینے کے بعد سکندر اعظم نے کہا کہ اب تمہیں کمانداروں کی ذمہ داریوں سے فارغ کیا جاتا ہے تاکہ سکون سے استراحت کر سکو۔ لیکن عزم و ثبات کے پُتلے نیارکس نے اصرار کیا کہ مجھے بدستور بیڑے کے ساتھ فرات کے دہانے تک جانے کی اجازت دی جائے۔ سکندر اعظم نے اس کی خواہش پوری کی اور ساتھ ہی بطور انعام کے ایک طلائی ہار دیا کیونکہ اس نے وسیع سمندر کو مسخر کر لیا تھا۔

اب سکندر اعظم اور یونانی جغرافیۂ دان زمین کے مختلف ٹکڑوں کو جوڑ کر نقشے تیار کر رہے تھے۔ ایک نقشے میں سر زمین عرب ٹھیک موقعہ پر بیٹھتی جس کی ایک جھلک کا ذکر نیارکس نے کیا تھا۔ ایشیائے کوچک میں واقع ٹرائے سے اس وقت تک یہ پہلا موقع تھا کہ سکندر اعظم کے سرویر روز روز کے طے کردہ فاصلوں اور سفر کی سمتوں کا ریکارڈ نہ رکھ سکتے تھے۔ صحرائے مکران سے گذرتے وقت جن مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا ان کا ریکارڈ رکھنا ممکن ہی نہ رہا۔ البتہ فوج کا حوصلہ قائم رہا۔ اب نیارکس ثابت کر چکا تھا کہ ساحلی علاقے کے ساتھ بیڑا اپنی حفاظت کا انتظام کر سکتا ہے۔ لہٰذا سکندر نے فیصلہ کر لیا کہ اب عرب کے گھیرے کی خوب چھان بین کر لینی چاہیے تاکہ حبشہ تک کا راستہ مل جائے۔ اخبار الطوال میں حبشہ کے بعد یمن کے حکمران اقرن کی اطاعتِ سکندر کا ذکر ملتا ہے:

فقطع الی ساحل عدن من ارض الیمن، فخرج الیہ تبع الاقرن ملک الیمن الخ............

سمندر کو عبور کر کے سرزمین یمن کے ساحل عدن پر وارد ہوا۔ اقرن شاہ یمن نے استقبال کر کے اطاعت کا اقرار کیا اور خراج مقرر کر کے شہر صنعاء لے آیا۔ خوب آؤ بھگت کی سکندر اعظم نے صنعاء میں ایک ماہ قیام فرمایا۔

ازاں بعد تہامہ کا رخ کیا۔ اس وقت مکے میں بنو خزاعہ آباد تھے۔ مکے پر ان کا فاتحانہ قبضہ تھا۔ اب نضر بن کنانہ سکندر اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شاہ نے اس سے کہا "حرم مکہ میں بنو خزاعہ کیوں کر ڈیرے ڈالے ہوئے ہے؟ بہرحال اس نے بنو خزاعہ کو نکال کر حرم مکہ خالصتاً" نضر اور اس کے بھائیوں کی تحویل میں دے دیا۔ پھر بیت اللہ کا حج کیا۔

گنجہ کے درویش صنف شاعر نظامی کے ہاں بھی ہمیں سکندر اعظم کے عدل و انصاف کے قیام کے بعد اور شہروں کی تعمیر و ترقی کے بعد سکندر کی تسخیر مکہ کا ذکر ملتا ہے۔

گزارندہ قصہ ہائے شگرف(1)
کرے ہے حکایت بایں نغز حرف
کہ اسکندر شاہ گیتی ستان
ہوا جبکہ فرمانروائے جہان

---

(1) سکندر نامہ بری، ص 126

نہ لایا ستم کی طرف اپنی رائے
نہ رکھا خط عدل سے بڑھ کے پائے
جہاں گو ہوا اس کے زیر کمند
کوئی بات اس نے نہ کی نا پسند
نہ تھا کوئی گر دن بکش اس سے خلاف
کسی کی اگر اس سے خواری ہوئی
کیا اس سے بہتر کے دل کو قوی
کوئی شہر ویران جو اس نے کیا
تو ڈالی اسی وقت دیگر بنا

سکندر اعظم نے صرف ایک شہر تھی بیز کو تباہ کیا تھا اپنے ہمدرس بطلیموس کی محبوبہ تھائس کی حماقت سے پر سی پولس کے محل کر پر دے جلا دئے گئے تھے۔ جلد ہی اس آگ پر قابو پا لیا گیا۔ جہاں تک شہروں کے آباد کرنے کا تعلق ہے بے شمار شہر آباد کئے جن کی تفصیل آہی چکی ہے۔

ہوئی شہ سے اکثر عمارت گری(1)
ازاں جملہ ہے سدا سکندری

سدا سکندری کا ذکر قرآن حکیم کی سورہ کہف میں بھی ہے۔ اور ابو حنیفہ الدینوری کی اخبار الطوال میں بھی ہے۔

زبر کار چین تا خط قیروان(2)
ہوئے اس کی درگہ میں قاصد رواں
در آئے سبھی مرزبان شموئس
بز نہار اسکندر فیلقوس

---

(1) سکندر نامہ بری، ص: 127

(2) ایضاً" ص: 129

جو تھے ملک میں تحفہ دلفریب
وہ ہر یک نے بھیجے بائیں و زیب
ہوا حکم سلطان نامی خطاب
کہ ہر سمت جاوے مناسب جواب
ہوا بعد چندے یہی قصد شاہ
کہ ملک عرب اس کا ہو عزم گاہ
پہونچ شہر مکہ میں با انکسار
کرے طوف بیت خدا وند گار
لیا پھر تو خروارہا مال و زر
بعزم حرم چست باندھی کمر

سکندر اعظم نے مال و زر بکثرت وصول ہی نہیں کیا بلکہ مال و زر نچھاور بھی کیا کیونکہ وہ طمع زر سے بالا تھا۔

چلا ایسا اس ملک کے درمیان
نہ پہونچا کہیں اس کے باعث زیان
دیا اس قدر مال و دولت کثیر
عرب سب ہوئے اس کے فرمان پذیر
جہان پر عنان کو کیا اس نے خوش
تو لائے سبھی تحفہ و پیشکش
جہاندار نے بھی انہیں خوش کیا
بہت کچھ انہیں مال و دولت دیا
دھرا ناف عالم پہ جس دم قدم
نظر آیا اس کو مقام حرم

دنیا کا سب سے بڑا فاتح خانہ کعبہ کے احترام میں اپنے گھوڑے سے اترا اور حرم

مبارک کا طواف کیا۔

اترا اپنے مرکب سے شاہ جہان
ہو اگرد کعبہ کے گردش کنان
جہان پر گیا وہ شہ دین و داد
کیا اس جگہ اپنے مالک کو یاد
دھرا عجز سے آستانہ پہ سر
فقیروں کو بخشا بہت مال و زر
کئے اس نے واں سب مناسک ادا
دیا گنج و گوہر بہت کچھ لٹا

عرب سے سکندر اعظم رود نیل کے منبع تک پہنچنا چاہتا تھا۔ لبیا کے اردگرد کسی نے چکر نہ لگایا تھا۔ اگر سکندر اعظم کے جہاز وہاں تک جا سکتے تو وہ مغرب بعید کو مشرقی جانب دریائے سندھ کے دہانے سے ملا دیتے۔ اس طرح دنیا کے ربع مسکون کی جنوبی سمت بھی متعین ہو جاتی۔ یہ امر بھی واضح ہو چکا تھا کہ نیارکس نے جن بحری عفریتوں کا ذکر کیا تھا ان کے علاوہ دیگر کوئی مافوق الفطرت قوت نہ دکھائی دی جو اتھاہ اور وسیع سمندر کی حدوں کی محافظ ہوتی۔

آریاں لکھتا ہے:

”مسئلہ یہ ہے کہ سکندر کا نقشہ عمل کیا تھا؟ اس کے متعلق صرف قیاس آرائی ہی کی جا سکتی ہے لیکن اتنا وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ اس نے جو بھی نقشہ بنایا تھا وہ نہ معمولی تھا نہ فرومایہ۔ اس لئے کہ وہ جن سرزمینوں کو فتح کر چکا تھا، ان کے علاوہ بھی اس نے کسی نامعلوم سرزمین تک رسائی حاصل کرنے کا قصد اس نے کر رکھا ہو گا۔“

سکندر اعظم کو یوریشیا سے نکلے طویل مدت گذر چکی تھی۔ گذشتہ چار سال میں اس کے انتقال کی خبر چوکیوں کو تجارتی شاہراہوں کے ذریعے سے مغربی امصار و بلاد

تک پہنچ چکی تھی۔ اب جب یہ اطلاع پھیلی کہ سکندر اعظم مختلف اقوام کی فوج کے ساتھ پرسی پولس کے پاس پہاڑیوں میں آوارد ہوا ہے تو جن گورنروں کے ہاتھ میں وہ انصرام و انتظام چھوڑ گیا تھا ان میں سے بیشتر دنگ رہ گئے۔

سکندر اعظم کو پیش آنے والے واقعات غیر متوقع نہ تھے۔ چار برس قبل ہمدان سے روانگی کے بعد امور جہانبانی اور انتظام سلطنت سے اسے ذاتی طور پر کوئی تعلق نہ رہا تھا اور ظاہر ہے کہ اس نے جو بھی انتظامات کئے تھے وہ بڑی جلدی کرنے پڑے تھے۔ ان وجوہات کی بنا پر بہت سے معاملات بگڑ گئے تھے۔ جن مقدونیوں کو وہ اختیارات تفویض کر کے گیا تھا انہوں نے اپنا حیطۂ اقتدار بڑھا لیا تھا۔ ایک وبال یہ تھا کہ نقصان کی وسعت کے بارے میں صحیح اطلاعات مرکز تک پہنچنے میں خاصی دیر ہوگئی۔ پرسی پوس یعنی شہرِ ایرانیاں پہنچتے ہی انتظامی امور کی وسعت کے متعلق اسے جو اطلاعات موصول ہوئی تھیں وہ غلط تھیں، لیکن ایران کے باشندوں نے بتدریج تمام امور بشرح و بسط بیان کر دیئے۔

دراصل مقدونوی فوجی عمال نے بیشتر معاملات میں ایشیائی نائبین سے تعاون نہ کیا۔ وہ انفرادی طور پر دولت کے انبار لگانے میں مصروف ہوگئے حالانکہ سکندر اعظم نے زر اندوزی سے باز رہنے اور رکھنے کی کوشش کی تھی۔ ایران کے مذہبی معبدوں کو لوٹا گیا اور دیسی سرداروں کو قتل کی سزائیں دی گئیں۔ سکندر اعظم نے پیوس لس کو ایران کا نائب السلطنت مقرر کیا۔ ملتان میں سکندر اعظم کے زخمی ہوتے وقت پیوس لس نے ہی ڈھال کے ذریعے سے سکندر اعظم کا دفاع کیا تھا۔ دیگر مقامات پر سکندر اعظم نے مجرموں کو عبرت ناک سزائیں دیں۔ بعض فوجی افسروں اور سرکاری کارپردازوں کو پھانسی پر چڑھایا۔ پرسی پولس کے پایہ بہ پایہ شاہی راستے پر جس اژدحام نے اس کا احاطہ کیا اسے دیکھ کر وہ محو حیرت رہ گیا۔ یہ وہی مقام تھا جہاں ایوان زر کسیز کے ستون میناروں کی طرح کھڑے تھے۔ اس ہجوم میں لوگ دور دور سے آئے تھے۔ کسی گروہ نے خبریں بہم پہنچائیں کوئی درخواستیں لے کر آیا۔ کسی نے کارداروں

پر الزامات لگائے۔ کسی نے ان کے فیصلوں کے خلاف اپیل کی۔ ارارٹ' بابل اور ٹرائے تک سے بھی لوگ آئے تاکہ جس کام کو سکندر اعظم پایہ تکمیل کو نہ پہنچا سکا تھا اس پر دوبارہ توجہ مبذول کرے۔ وہ خود ہی واحد ناظم اعلیٰ تھا جو فیصلوں میں رد عمل کا واحد مجاز تھا اور اسے ہی فیصلے بدل سکنے کا اختیار تھا۔ سلطان سکندر نے یورپی افسروں کو سختی سے الگ کیا جس سے ایشیائیوں کی ہمت بڑھ گئی اور وہ شہنشاہ کے پاس اپلیں کرنے لگے۔

چار سال کے عرصے میں جو تغیرات رونما ہوئے ان کا حیرت انگیز نقشہ سکندر اعظم کے سامنے آیا۔ مصر کی نئی درسگاہ سکندریہ میں تعلیم کا پہلا دور پایہ تکمیل تک پہنچ چکا تھا۔ تاجران لیڈیا سکندریہ سے یہ شکایت لے کر آئے کہ مصر کے جہاز رانوں نے ایکا کر کے اس غلے کو نہ اتارنے دیا جو بحیرہ روم سے بحری جہازوں میں لد کر آیا تھا۔ شہنشاہ کو اب یاد آیا کہ یہ سکندریہ اسوس کے میدان حرب سے صرف ایک دن کی مسافت پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کے برعکس تاجران مصر نے اصرار کیا کہ حمص میں غلے کی قیمت بحال رکھنے کے لئے محصول لگانا ضروری ہے۔ انہوں نے بتایا کہ قبل ازیں مصر بیرونی دنیا سے الگ تھلگ تھا۔ اب سکندریہ میں جہازوں کی آمد و رفت بڑھ گئی ہے۔ ایتھنز کے لوگ باہر سے مصر غلہ لا رہے ہیں۔ اس طرح سلطان سکندر جانشین دارا پر واضح ہو گیا کہ اس نے پرانی سرحدوں کو ختم کر دینے کی کوشش کی تھی لیکن یہاں نئے مرکز اور نئے حلقے بن رہے تھے تاکہ اپنی دولت محفوظ رکھیں۔ ان پھیلتے ہوئے تجارتی مراکز میں مختلف افراد نفع اندوزی کے منصوبے بنا رہے تھے۔ واضح طور پر پتا چل رہا تھا کہ یورپ اور مغرب کی جانب سے انسانی لہروں کا رخ مشرق کی جانب پھر گیا ہے۔ تاجروں' طالع آزماؤں' حجاموں' تباہ حال کسانوں اور سابق سپاہیوں کا طوفان مشرق کی نو آبادیات کی جانب رواں دواں ہے۔

باختر' سغد اور ھند میں داخلے کے سبب براعظم ایشیا کے تجارتی راستے ساحلی بندر گاہوں سے مل گئے تھے۔ اس وجہ سے صیدا کی منڈیاں عیش و عشرت کے سامان سے

بھر گئی تھیں۔ کاروانوں کے مراکز میں نئے محصول وصول کئے جا رہے تھے۔

یروشلم کا سب سے بڑا مذہبی رہنما درخواست لے کر پہنچا کہ ہماری حفاظت کی جائے اور شہنشاہ ایران کو روشن نے بھی ہماری حفاظت کا بندوبست کر دیا تھا۔ سکندر اعظم نے پوچھا حفاظت؟ اگر امن قائم رہے تو کیا یہ سب کی حفاظت کا بندوبست نہ ہوگا؟ کیا سات سال کے طویل عرصے میں کوئی جنگ ہوئی ہے یا کسی نے ایک مقام پر بھی چھاپہ مارا ہے؟ کیا یہ اس امر کا بین ثبوت نہیں کہ تم سب محفوظ ہو۔ یہ سن کر سب لاجواب ہوگئے۔

آئی اونیا کے بردہ فروش شکایت لائے کہ نئے طلائی سکوں نے ایتھنز کے روپہلی سکوں کی قیمت کم کر دی ہے اور ہم غلاموں کی قیمت روپہلی سکوں ہی میں لیتے ہیں۔ یہ ڈیلوس DELOS اور لس بوس LESBOS سے بچے پکڑ لاتے تھے اور غلام بنا کر بیچ دیتے تھے۔ سکندر اعظم نے خود شرح تبادلہ مقرر کی تھی لیکن عوام سونے کو چاندی پر ترجیح دیتے تھے۔ عورتیں زیورات پسند کرتی تھیں وہ طلائی سکوں کو دھاگے میں پرو کر ہار بنا لیتی تھیں۔ اس وجہ سے بردہ فروشوں نے جو چاندی جمع کر رکھی تھی اس کی قیمت گر گئی۔

سکندر اعظم دیر تک بیٹھ کر مقدمات سننے ان کا تصفیہ کرنے اور رات کے وقت حساب کتاب کرنے پر مجبور ہوگیا۔ ترجمانوں کا ایک گروہ اس کے پاس موجود رہتا تھا۔

سکندر اعظم کو اس امر کا اندازہ ہو چکا تھا کہ یونانی زبان صرف سیاسی خط و کتابت میں استعمال ہو سکتی ہے۔ اس ایک امر کو چھوڑ کر عام لوگ اپنی ہی بول چال میں بات کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ چنانچہ اسے جو درخواستیں وصول ہوتیں وہ آرامی' عبرانی' عربی اور مٹی زبانوں میں ہوتیں۔ وہ حیران تھا کہ آیا یہ لوگ محض تجارت کی غرض و غایت سے ملتے ہیں یا فی الواقعی شرق و غرب کے اتصال سے صحیح فائدہ اٹھا رہے ہیں؟ کیا ان کے خیالات و عزائم میں اشتراک پیدا ہو رہا ہے؟ وہ چاہتا تھا کہ ایشیائی لوگ بھی جوق در جوق بحیرہ روم کی جانب جائیں تاکہ اتحاد جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچ

جائے اور مغرب کے باشندوں کے نقل وطن میں توازن پیدا ہو جائے یعنی جتنے لوگ مشرق کی جانب مغرب سے آتے ہیں اتنے ہی مشرق سے مغرب کی طرف جائیں۔

سکندر اعظم نے ایک موقع پر دیکھا تھا کہ کوروش کے مقبرے پر جو موبد مقرر تھا اسے ہر روز ایک بھیڑ' آٹا اور شراب فراہم کی جاتی تھی۔ اس کی عدم موجودگی میں یہ اشیاء بند کر دی گئی تھیں۔ سکندر اعظم کے استفسار پر سیکرٹری اسے کچھ نہ بتا سکا۔ چھان بین کے بعد پتہ چلا کہ یہ اشیاء مقبرے پر پہرہ دینے والوں کو دی جاتی تھیں اور اب کوئی پہرہ دار نہیں ہے۔ سکندر اعظم نے پوچھا کیوں نہیں؟ بتایا گیا وہ قید میں ہیں۔"

سکندر اعظم نے پوچھا۔ "مقبرے پر کون پہرہ دے رہے ہیں؟

جواب ملا۔ "کوئی نہیں' لہٰذا بھیڑ......؟" سکندر نے کہا۔ "میں بھیڑ کا نہیں پوچھ رہا۔ یہ پوچھ رہا ہوں کہ پہرے دار مقبرے سے کیوں ہٹائے گئے؟"

سکندر سخت غصے میں آگیا۔ بالآخر ایک افسر نے بتایا کہ شہنشاہ ایران کے مقبرے میں جو قیمتی اشیاء تھیں سب اٹھالی گئیں۔ صرف معمولی چیزیں باقی رہ گئی ہیں۔ جن کی چنداں قیمت نہیں ہے۔ چنانچہ جو شخص وہاں رہتا تھا اسے قید کرنا پڑا یہ سنتے ہی سکندر نے اصطبل سے گھوڑا منگوایا۔ سفید رنگ کا نسائی نسل کا گھوڑا لایا گیا۔ سلطان سکندر سوار ہو کر تن تنہا نکل پڑا۔ محافظ فوج کے سوار سلطان سکندر کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ سکندر اعظم پارسا گرد کی پہاڑی پر پہنچا اور اس نالے میں اتر گیا جس کے کنارے کوروش کا مرقد بنا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کہ واقعی قبر میں ایک شگاف پڑا ہوا ہے جسے ایک خالی ہیپے سے بند کیا گیا ہے۔ اصل تابوت خالص سونے کا تھا اور اس پر بڑے قیمتی تحائف رکھے ہوئے تھے اور کوروش کی نعش باقی تھی۔ سلطان سکندر نے قبر پر ہاتھ پھیرا اور وہ الفاظ دھرائے جو از بر تھے یعنی

"اے جانے والے جان لے کہ میں کوروش ہوں' جس نے سلطنت ایران کی بنیاد رکھی اور ایشیا کو ایک مملکت بنایا۔ امید ہے تو میرے اس مقام آسائش و

استراحت میں خلل ڈالنا گوارا نہ کرے گا۔"

تابوت طلائی تھا لہٰذا چور خلل ڈالنے سے باز نہ رہ سکے۔ سکندر کو یقین تھا کہ مجوسی یہ کام نہیں کر سکتے جو صدیوں سے مقبرے کے محافظ چلے آ رہے ہیں یہ کام کسی مقدونوی کا ہوگا۔ چنانچہ وہ کافی دیر سنگ مرمر کی سیڑھیوں پر بیٹھا سوچتا رہا۔ آفتاب عالمتاب کی روشنی شاخوں میں سے چھن چھن کر پہاڑیوں پر کرنیں ڈال رہی تھی۔ درختوں کے پتے جھڑ چکے تھے۔ اس لئے کہ زمستان کا موسم تھا۔ پھر اس کی توجہ ان بوڑھے اشخاص کی جانب مبذول ہو گئی جو نیچے کھڑے تھے۔ انہوں نے سفید لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ اور سرخ پٹکے باندھ رکھے تھے۔ سکندر اعظم کو گمان گذرا کہ یہ کچھ کہنا چاہتے ہیں چنانچہ انہیں کہنے کی اجازت دی۔ وہ تین افراد تھے۔ انہوں نے کہا۔

"اے شخص! چونکہ تو اب یہاں ہے' لہٰذا ظاہر ہے کہ تو اس کا جانشین ہے جو جا چکا ہے۔ جانشینی کا یہ سلسلہ بادشاہوں میں نیاکاں کے زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ لیکن بعض اوقات یہ منصب کسی کو بھی نہیں ملتا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ نالائقوں کو وراثت نہیں پہنچتی۔ اس پر بقوت یا بزور قبضہ نہیں کیا جاسکتا۔ متعدد سلاطین کی عظمت کا عہد گذر چکا۔ ان کے نام بھی لوگوں کے اذہان سے محو ہوگئے۔ یہ وراثت کو روش سے تمہیں ملی ہے۔ یہ نہ پوچھنا کہ عظمت کہاں سے آتی ہے؟"

سکندر اعظم عمر رسیدہ' خرد سال اشخاص کے چہروں پر نظریں جمائے بیٹھا رہا جن پر جھریاں پڑی ہوئی تھیں اور وہ آداب بجا لا رہے تھے۔ انہیں جو کچھ کہنا تھا کہہ چکے تو اشارہ کیا ذرا نیچے آؤ۔ وہ نیچے پہنچا تو وہ اس کے پاس زمین پر بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھ پھیلائے۔ ان کے ہاتھوں میں پتوں میں لپٹی ہوئی زنجیروں اور چاندی کے پیالوں میں چھاچھ تھی۔ انہوں نے کہا۔

"ہم یہ چیزیں آپ کے ناشتے کی خاطر لائے ہیں۔"

انہوں نے خود بیٹھ کر بھی ناشتہ کیا۔ بعد ازاں ہاتھ دھونے کے لئے ندی سے پانی

لائے۔ پانی کافی ٹھنڈا تھا۔ پھر وہ کہنے لگے۔

”جسے بندگان خدا کا بادشاہ چن لیا جاتا ہے اس کے انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔“

پھر انہوں نے سر جھکائے اور چلے گئے۔ محافظ فوج کے آدمیوں کو انہوں نے آنکھ اٹھ کر بھی نہ دیکھا جو اس نظارے پر محو حیرت تھے۔ سپاہی خیال کر رہے تھے کہ سکندر اعظم کے لئے جو ناشتہ لایا گیا وہ بہت معمولی تھا۔

سکندر اعظم نے اس لئے وہ چیزیں کھا لی تھیں کہ بوڑھے اشخاص کی خواہش تھی۔ مجوسیوں کی آمد نے سلطان سکندر کو کیلی ناس کی باتیں یاد دلا دیں۔ کیلی ناس نے کہا تھا کہ تم نے روئے زمین کو تہ و بالا کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی لیکن فی الحقیقت تم اتنی ہی زمین کے مالک ہو جس میں موت کے بعد دفن ہو گے۔

کیلی ناس نے یہ آخری بات کہی تھی۔ وہ بیمار تھا۔ چونکہ وہ اپنے وطن سے کافی دور آچکا تھا' اس لئے زیادہ زندہ رہنے کی خواہش بھی نہ تھی۔ اس نے وصیت کی کہ مجھے جلا دیا جائے۔ سکندر کو ابتداء میں اس بات کا یقین نہ آیا۔ لیکن یوگی نے چتا بنوائی اور اس پر بیٹھ کر جلنے کے لئے تیار ہو گیا۔ آخر کار سکندر نے اس کی خواہش پوری کرنے کا حکم دے دیا۔ عمدہ نسل کا ایک گھوڑا اور کئی سنہری برتن قربانی کے لئے پیش کئے۔ کیلی ناس کو یہ قربانی نہ بھائی۔ اس نے گھوڑا اور برتن مقدونیوں کے حوالے کر دیئے اور خود خاموشی سے چتا پر دراز ہو گیا۔ ارد گرد آگ بھڑکنی شروع ہو گئی۔ سکندر اعظم نے زور زور سے باجے بجانے کا حکم دیا کہ ھندی یوگی کی جسارت فی الواقعی احترام کی مستحق تھی۔ فوج کو ایسا معلوم ہوا کہ ان کے ہاتھ سے ایک طلسم نکل گیا۔ ان کی خواہش تھی کہ کیلی ناس نذر آتش ہونے پر اصرار نہ کرتا۔

بلاد شرقیہ میں جو افراتفری پھیلی ہوئی تھی وہ بلاد غرب تک پہنچ گئی۔ جن لوگوں نے سنا کہ سکندر اعظم سفر سے واپس آرہا ہے اور بہت سے عمال کو سزا دی ہے تو ہر پالوس بابل اور سارڈس کے خزانے لے کر بھاگ گیا۔ اس نے بہت سی دولت جمع کر لی تھی اور تنخواہ داروں کی فوج بھی بہم پہنچالی تھی۔ چنانچہ وہ یہ فوج اور خزائن لے کر

جہاز میں سوار ہوا اور ایتھنز کی بندرگاہ میں لنگر انداز ہوا۔ یہ اس کا دوسرا فرار تھا۔

یونان پہنچتے ہی اس نے کہا:

حب وطن کا تقاضا ہے کہ ہم بغاوت کریں' ایتھنز کی گردن سے مقدونیہ کا جوا اتار پھینکیں اور اس شہر کی عظمت رفتہ بحال کر دیں۔ انتہا پسند سیاست دان اس کے ساتھ ہو گئے۔ دیگر لوگوں کو روپے دے کر ساتھ ملا لیا۔ کرایے کی ٹٹوؤں کی کیا کمی ہے۔ ڈیموس تھی نیز اس کی ہم نوائی کے لئے آمادہ نہ ہوا۔ حالانکہ ہرپالوس اسے ہی اس بغاوت کی روح رواں بنانا چاہتا تھا۔ شہرہ آفاق خطیب نے واضح طور پر واشگاف الفاظ میں کہہ دیا:

"سکندر سے جنگ دیوانگی ہے میں ایتھنز کو تھی بیز کی طرح تباہ ہوتا نہیں دیکھنا چاہتا۔"

سکندر اعظم کی جانب سے مالیہ وصول کرنے والا افسر شہر چھوڑ کر کسی محفوظ مقام پر جا پہنچا۔ ڈیموس تھی نیز DEMOSTHENES پر یہ الزام لگایا گیا کہ سکندر اعظم کے کارندوں سے رشوت لے لی۔ ہار پولوس نے جو سکے پار تھنیاں میں رکھے تھے ان میں سے نصف غائب ہو چکے تھے۔ جنگ کے حامیوں نے خطیب اعظم ڈیموس تھی نیز کو مورد الزام ٹھہرایا کہ اس نے ہماری جنگی سکیم سے دشمن کو مطلع کر دیا اور سکے اٹھوانے میں معاونت کی اہل اثینیہ یعنی ایتھنز کے باشندے بڑے قدر ناشناس تھے۔ ان میں جو فرد تنہا دیانت و امانت کا حامل تھا اس کو رشوت کے بے جا الزام میں الجھایا۔ مسلہ یہ ہے کہ کیا ڈیموس تھی نیز نے سکندر کے متعلق اپنی رائے بدل لی تھی؟ کیا سکندر اعظم ڈیموس تھی نیز کی شعلہ بیانی سے خائف نہ رہا تھا: یقیناً دونوں شخصیتیں جو کائی رونیا کے میدان حرب میں ایک دوسرے کے مقابل تھیں۔ اب اس امید میں باہم شریک ہوگئیں کہ مقدونوی دولت متحدہ یا کامن ویلتھ کے زیر اثر ہی دنیا میں امن کا دور دورہ رہ سکے گا۔

یونان کی بدامنی' ہرپالوس کے مسروقہ خزانہ پر ہنگامے اور مقدونیہ میں مختلف

گردھوں کی کش مکش کے باعث سلطان سکندر نے مناسب سمجھا کہ اینٹی پاٹر کی جگہ کریٹرس کو مقرر کر دے۔ اینٹی پیٹر ANTIPATER نے تمام احکام کی تعمیل نہایت وفاداری سے سرانجام دی تھی۔ لیکن اس کی رائے میں یونانی باغی تھے۔ سکندر اعظم محسوس کرتا تھا کہ کوئی جوان شخص یونان کا نظم و نسق اور انتظام و انصرام اپنے ہاتھ میں لے لے بالخصوص اس لئے کہ اس کی والدہ اولمپیاس نے اپنی ایک پارٹی بنا لی تھی۔ کریٹرس عارضہ بخار کے باعث بہت نقاہت اور ضعف کا شکار ہو چکا تھا اور سکندر اعظم کو یہ ہرگز گوارا نہ تھا کہ اس کے انتہائی وفادار افسر کی زندگی خطرے میں رہے۔

جب اینٹی پیٹرے سے نظم و نسق لے لیا گیا تو اس کا نور چشم کیسنڈر ایشیا سے سکندر اعظم کے پاس بطور احتجاج کے آیا۔ اس نے عرض کی۔ جن لوگوں نے میرے والد پر الزام تراشے انہوں نے بڑی دور بیٹھے ہوئے یہ الزام وضع کئے۔ گویا کیسنڈر نے دل کی بات تو کہہ دی اگرچہ سکندر پہ براہ راست الزام عائد کرنے میں احتیاط سے کام لیا۔ سکندر نے جواب دیا۔

"یہ تو ارسطو کے استدلال جیسی بات ہے۔ اگر تم اور تمہارا باپ مجرم ثابت ہوئے تو ضرور سزا دی جائے گی لیکن بھی مجھے علم نہیں کہ آیا تم مجرم ہو یا نہیں۔"

کیسنڈر بن اینٹی پیٹر پر آشکار ہوگیا کہ سکندر بالکل بدل چکا ہے اور اسے اب نہ تو اپنے دوستوں پر بھروسا رہتا ہے اور نہ یونانیوں کے دیوتاؤں پر اعتقاد رہا ہے جن کی خاطر قربانیاں دی جاتی رہی تھیں۔

کیسنڈر نے سکندر اعظم اور دیگر مقدونیوں کو دس سال کے عرصہ کے بعد دیکھا تھا لیکن اس قدر تبدیلی کی اسے ہرگز توقع نہ تھی۔ لوگ کہتے تھے کہ وہ اس حد تک خوفزدہ ہوگیا کہ سکندر اعظم کی وفات کے بعد جب اس کے مجسمے کے پاس سے اس کا گذر ہوتا تو اس پر لرزہ طاری ہو جاتا۔

سکندر اعظم پر سی پوس سے شوش ISSUS کے سلسلہ کوہ کو طے کرنے کے لئے

تیار ہوگیا تاکہ اپنی مملکت کے مغربی حصے سے قریب تر تعلق قائم کر سکے۔ شہنشاہ جہاں کی واپسی کا اثر دریائے ڈینوب سے ساحل نیل تک محسوس ہونے لگا۔ مقدونوی فتوحات کے واقعات ممس، اشینہ اور بیبلا میں بیان کئے جانے لگے جو بظاہر قرین یقین نہ تھے۔ یونان علماء و فضلاء کو اس عظیم الشان کارنامے کی تفصیلات ذہن نشین کرنے میں مشکلات پیش آئیں کیونکہ اس کے بعض اجزاء تھے بھی ناقابل یقین مثلاً ستر نئے شہروں کی تعمیر، بیس ہزار سٹیڈیا سے آنے والے تجارتی قافلے، جنوبی سمندر میں جہاز رانی، دنیا کا یہ وسیع و عریض تر تصور ان کے لئے جادو اثر اور محیر العقول تھا۔ انہیں ایسے وسائل مل گئے تھے جن کے روبرو یونانی شہروں اور بلاد و امصار کے وسائل بے وقعت رہ گئے تھے اور ان کے زیر نگیں اتنی بڑی آبادی ان کے زیر نگین آگئی تھی جس میں یونان کی آبادی ایک چھوٹی سی اقلیت کی حیثیت رکھتی تھی جو ربع مسکون کے شرقی کونے میں تھی۔

اب سکندر اعظم جہاں جاتا حکومت کا نظام اس کے ساتھ ساتھ چلتا۔ نظم و نسق کی ضرورت نے اب اسے سلطنت کے مرکز میں پہنچا دیا تھا۔ کیلی ناس یوگی نے بھی اسے یہی نصیحت کی تھی۔ لیکن وہ نظم حکومت کیا تھا؟ اس کے متعلق عدم یقینی کا سلسلہ قائم رہا۔ چشم دید یعنی معاصر شہادتوں سے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ سکندر کا مستقبل کے متعلق کیا پلان تھا۔ بعض مبصر یہاں تک کہ گئے کہ اس کے پاس نقشہ تھا ہی نہیں۔ بطلیموس PTOLMEY کی رائے یہی تھی۔ یقیناً سکندر نے بھی کوئی واضح بات نہیں کی تھی۔

دنیا کا سب سے ذہین فلسفی معلم اول ارسطو اس مثالی حکومت کو رد کر چکا تھا جو اس کے استاد افلاطون نے اپنی شہرہ آفاق کتاب جمہوریت Republic میں پیش کی تھی۔

سکندر نے ارسطو (Aristotle 284-322 B.C.) کی سکیم رد کر دی تھی کہ نظام حکومت تعلیم یافتہ افراد کی ایک مختصر سی جماعت میں رہنا چاہیے۔ پر اس کی سلطنت

اس حد تک وسیع ہو چکی تھی کہ ایک شہر یا ایک مخصوص جماعت اس کا انصرام سنبھال ہی نہ سکتی تھی۔

سکندر نے گو ملک و عالم لیا
مگر اپنے مقصود سے کم لیا
بداد و دہش اس نے کی داوری
فلک نے عطا کی اسے یاوری
جو چاہے جہان میں کہ شاہی کرے
اسی طور گیتی پناہی کرے
ہوا جب وہ آفاق پر کامگار
تو مقصد پر اس کے ہوا روزگار
حبش تا خراسان و چین تا بہ غور
ہوئے زیر حکم اس کے بیدست زور
حبش تا خراسان و چین تا بہ غور
ہوئے سب ممالک کے حاضر وکیل
نہ تھی جز اطاعت کسی کو سبیل
دل اس شہ کا تھا اگرچہ مانند شیر
جہان گو ہوا تیغ سے اس کی زیر

روشنک اب امید واری سے تھی لیکن سکندر ذوالقرنین نے کبھی یہ نہ کہا کہ اس کے بطن سے جو بیٹا پیدا ہو گا اسے میرا جانشین سمجھا جائے۔ مقدونیہ میں اس کے جو اقارب تھے ان کے بارے میں سوچ بچار کرنے میں وہ تضیع اوقات نہ کرنا چاہتا تھا۔ اسے یہ بھی علم نہ تھا کہ ایشیائی عورت کے بطن سے جو بچہ پیدا ہو گا اس کے ساتھ رشتہ دار کیا سلوک کریں گے۔ کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر وہ ایرانی سلطنت کے

خدوخال بحال کرنا چاہتا تھا۔ اسے کوروش کے طرز جہانبانی نے بہت متاثر کیا تھا۔ اس لئے کہ اس حکومت سے امن قائم کیا گیا تھا لیکن وہ خود کہا کرتا تھا کہ مقدونوی فتوحات ایرانی حکومت کے دائرے سے آگے نکل گئی ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایک رعایا پر حکمران نہیں سمجھتا تھا بلکہ اس کا احساس یہ تھا کہ وہ ایک عظیم مقصد لے کر مبعوث ہوا ہے جسے پورا ہونا چاہیے۔ سپاہ سے اپنی نئی خلوت کے متعلق بات چیت کرتا تو کہتا کہ

یہ مقدونوی دولت متحدہ Common Wealth ہے۔

سکندر اب زندگی ہی میں دیوتا بن چکا تھا۔ جب ڈیلفی Delphi کے معبد سے یہ اعلان ہوا کہ سکندر کی مورتی کے سامنے قربانیاں ہونی چاہیں اور اس کے اعزاز میں کھیلوں کا انتظام کرنا چاہیے تو بطلیموس کو ذرا بھر تعجب نہ ہوا۔

سکندر کے ذہن میں جو نقشہ بھی ہو یہ امر یقینی ہے کہ یوریشیا کا شہنشاہ ایک خاص مقصد کی بنا پر سب کچھ کر رہا تھا۔ سکندر اعظم نے انتظام سلطنت کے متعلق کسی سے اس طرح بحث نہ کی جس طرح وہ ابتدائی عہد میں ہر امر کے متعلق جنگی قونصل میں بحث کیا کرتا تھا۔ وہ شوش میں بھی غالباً" کچھ عرصہ مقیم رہا۔ حکومت کے مسائل وہاں بھی مسلسل اس کے سامنے رہے۔ وہ اپنے ماتحتوں سے بھی غیر منقطع کوششوں اور مساعی کا طلب گار تھا۔ اسے ایشیائی سرزمینوں میں قحط اور بہم رسانی آب کے مسائل بڑے پریشان کر رہے تھے۔ اس لئے کہ فصلوں کا انحصار بارش پر ہی تھا۔ اس مشکل حل کے لئے اس نے دریاؤں سے نہریں نکالنے کا سلسلہ جاری کیا۔ نو آبادیات قائم کرنے (Colonization) کا عمل حیرت انگیز طریقے پر بار آور ہوا۔ دنیائے قدیم نے اتنے قلیل عرصے میں اتنے شہر آباد ہوتے کبھی نہ دیکھے تھے جن کا وہم گمان بھی ممکن نہ تھا بعد میں بھی ایسا نظارہ اس وقت تک نہ دیکھا گیا۔ جب تک دو ہزار سال بعد امریکہ میں آباد کاری کا آغاز نہ ہوا۔ چند ہی دنوں میں پختہ اینٹوں کی دیواریں کھڑی ہو جاتیں۔ چھت کے بغیر تھیٹر بنا لئے جاتے۔ پہاڑوں کے میدان میں یا

صحرائی میدانوں میں کھیلوں کے لئے زمین تیار کر لی جاتی۔ ہر نو آبادی میں تعلیم اور تفریح کا پورا انتظام ہوتا۔

ان نو آبادیات میں ہر قسم کے لوگ آباد ہو گئے تھے۔ تاجر بیرونی مقامات سے اشیاء لاتے دیہاتی لوگ مال و زر اور اشیائے صرف کے لئے آ بستے۔ تدمریا پامیر Palmyra نامی شہر قدیم زمانے سے تجارتی مرکز چلا آ رہا تھا جب اس میں رومی پہنچے تو وہاں عرب، آرامی، شامی، یونانی اور یہودی آباد تھے۔

پرسی پولس میں چند یوم قیام کرنے کے بعد سکندر اعظم اپنے عساکر کے ساتھ ساتھ سوس SUSA کی جانب روانہ ہوا۔ اس شہر میں سکندر اعظم نے طویل قیام کیا۔ پیوس ٹس PEUSISTAS کی طرح کے جو یونانی فارسی دری سیکھ چکے تھے سکندر اعظم انہیں بہت چاہتا تھا۔

سکندر اعظم نے اپنے فوجی افسروں کو مشورہ دیا کہ ایشیائی عورتوں کو رشتہ ازدواج میں منسلک کر لو۔ خود اس نے دارا کی دوسری بیٹی سے شادی کر لی جس کا نام پلوٹارک نے استاتیرا لکھا ہے۔

....."..... he married Statira one of the king Darius' daughter.

دوسری شہزادی ہفا اسشن HEPHAESTION کے ساتھ بیاہ دی۔ کریٹرس نے اس وقت تک یونان کے لئے رخت سفر نہ باندھا تھا۔ اس کا نکاح روشنک کی چھوٹی ہمشیرہ سے کیا۔ امیر البحر نیارکس اس موقع پر نہ تھا وہ اپنے بیڑے کے ساتھ گیا ہوا تھا۔ اس کے لئے برسین اور میشر MENTOR کی دختر نیک اختر تجویز کی۔ سلوکس نے سپ ٹاما کی بیٹی منتخب کر لی۔ لیم آریان کے حوالے سے لکھتا ہے:

"سکندر کی یہ تجویز بہت ہر دل عزیز ہوئی۔ ان سب نے اس موقع پر ایرانی اور مادی لباس زیب تن کئے۔ شادیاں ایشیائی رواج کے مطابق ہوئیں۔ پہلے پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ پھر دلہنیں خراماں آئیں اور اپنے اپنے مجوزہ شوہر کے پہلو میں بیٹھ گئیں۔ ہر شخص نے اپنی اپنی دلہن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے بوسہ

دیا۔ سکندر نے یہ کام سب سے پہلے کیا۔ بعد ازاں ہر ایک اپنی زوجہ کو لے کر چلا گیا۔"

ان شادیوں کی حوصلہ افزائی کے لئے سکندر اعظم نے اعلان کر دیا تھا کہ مقدونوی رفقاء کی طرح اب ایشائی رفیق بھی میرے عزیز و اقارب خیال کئے جائیں گے۔ دولہا دلہنوں کے ناموں کا اندراج ایک خاص رجسٹر میں کیا گیا۔

دس ہزار سپاہیوں نے بھی شادیاں کر لیں اور انہیں سکندر کی طرف سے جہیز ملے۔ پلوٹارک نے ان کی تعداد نو ہزار بیان کی ہے تاہم

"..... he gave unto every one of them a cup of gold" (Plutarch's life of Ṣalexander : Revised and enlarged by Dr. M. Ashraf P : 54)

سوس میں قیام کے دوران سکندر اعظم نے یہ فیصلہ کیا کہ مشرق میں اسے اپنی قلمرو کا کوئی مرکزی شہر متعین کرنا چاہیے جہاں بیٹھ کر انتظام حکومت کیا جاسکے۔ کچھ ایرانیوں نے شوش تجویز کیا لیکن شوش مشرقی پہاڑوں کے اندر کافی مسافت پر واقع تھا۔ بابل سب سے بڑی شاہراہ پر واقع تھا اور دریائے فرات EUPHRATES کے ذریعہ سے آبی راستہ بھی سمندر تک جاتا تھا۔ اس لئے موزوں دارالحکومت سمجھا گیا۔ اسی بنا پر سکندر اعظم نے سمندر کی چھان بین اچھی طرح کروائی تھی اور نیارکس جیسے ایڈمرل کو اس کام پر متعین کیا تھا۔

اس عظیم جرنیل کو ملتان کے زندیقوں کے ہاتھوں جو زخم لگا تھا اس کا علاج ٹھیک طرح سے نہ ہوسکا تھا اس وجہ سے وقتاً فوقتاً بخار رہتا تھا وہ جب سفر کر رہا تھا تو ٹھیک ٹھاک رہتا تھا۔

دجلہ پر جاتے جاتے سکندر اعظم کے کان میں بھنک پڑی کہ اہل مقدونیہ شاکی ہیں۔ چنانچہ سکندر اعظم نے سب کو بلایا جو سال خوردہ ہوچکے تھے یا زخموں کے باعث جنگی خدمات انجام نہیں دے سکتے تھے۔ اور انہیں کہا تم اگر واپس جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔ تم میں سے جن لوگوں نے فوج میں خدمات ارفع انداز سے انجام دی ہیں میں

انہیں سنہری ہار دوں گا۔ اور دگنی تنخواہ تو تم پہلے ہی لے رہے ہو یہ بات مقدونیوں کو مطمئن نہ کر سکی۔ انہوں نے اپنے افسروں کو بتایا کہ ہم پر سود خوروں کا قرضہ ہو چکا ہے ممکن ہے وہ ہمارے قرضوں میں سے منہا کر لیا جائے۔

سکندر اعظم نے انہیں یقین دلایا کہ تمام قرضے خزانہ عامرہ سے ادا کئے جائیں گے۔ لیکن اتنا ہر آدمی کو اتنا ضرور کرنا پڑے گا کہ نام اور قرضے کی مقدار لکھوا دے۔ مقدونیوں نے اسے سچ سمجھنے سے دریغ کیا۔ ان کا خیال تھا کہ اس میں کچھ فریب ہے۔

شکایت کی حقیقی وجہ یہ تھی کہ مقدونوی دیکھ چکے تھے کہ باختریوں اور پارتھیوں کو خاص محافظ فوج میں شامل کر لیا گیا تھا۔ اور ان کی ایک رجمنٹ پر روشنک ROXANA کے بھائی کو افسر متعین کر دیا گیا تھا۔ ان کے دل میں حسد، عناد اور کینہ پیدا ہو چکا تھا۔ زر کی ضرورت انہیں تھوڑی ہی تھی مقدونوی کہتے تھے۔

”اب سکندر غیروں کو عزیز و اقارب قرار دے کر ان سے معانقہ کرتا ہے اور ہماری اسے پرواہ نہیں۔ پھر کیوں نہ ہم سب کو الگ کر دے تاکہ مقدونیہ واپس چلے جائیں۔

...." they said, if he would sent away some let him send them all away as men unserviceable, specially since he had now such goodly young dancers about him, with whom he might go conquer the world. "

سکندر اعظم نے یہ سب باتیں سنیں اور اپنے افسروں کے ساتھ ساتھ مقدونیوں کے کیمپ میں پہنچا۔ محافظ فوج پیچھے پیچھے تھی۔ وہ ایک گاڑی پر چڑھ گیا اور انہیں اشارے سے قریب بلایا اور کہا:

”جہاں تک میرا تعلق ہے تم سب جب چاہو واپس مقدونیہ جا سکتے ہو۔“

ایک لمحہ مجمع پر سکوت طاری رہا۔ پھر مقدونیوں نے کہا:

”تم نے ہمیں آدمی کہا، ہم آدمی نہیں رہے۔ حادثات ہمیں برباد کر چکے ہیں۔

ہم یہ الفاظ 13 مقدونویوں کے ایک گروہ نے کہے تھے۔ ان کی گستاخی کی جسارت دیکھ کر سکندر اعظم غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا۔ جن آدمیوں نے یہ الفاظ کہے تھے انہیں پکڑ کر اپنی محافظ فوج کی جانب دھکیل دیا جو عقب میں آ رہی تھی اور حکم صادر کیا کہ ان تیرہ اشخاص کو فوراً" تہ تیغ کر دیا جائے۔ پھر قدرے توقف کیا اور بعد ازاں یوں خطاب کیا:

"جانے سے پہلے مجھے یہ بتاتے جانا کہ تم کس قسم کے آدمی رہ چکے ہو' تم چمڑہ پہنتے تھے اور بربری قبائل جب تم پر حملہ آور ہوتے تو پہاڑوں کی چوٹیوں پر چھپ جاتے تھے۔ میرے والد نے تمہارے لئے لبادے فراہم کئے اور تمہیں شہروں میں آباد کیا۔ اس نے مقدونیہ کی دولت متحدہ کو یونان دلایا۔ تم جب وطن سے چلے تھے تو تمہارے پاس گزر بسر کا کوئی سامان نہ تھا۔ میرے پاس سونے چاندی کے کچھ کپ تھے اور ساٹھ ٹیلنٹ کے لگ بھگ نقدی تھی۔ میں پانچ سو ٹیلنٹ کا مقروض تھا۔ میں نے تمہارے سازوسامان کے لئے مزید آٹھ سو ٹیلنٹ قرض لئے۔ میں نے تمہیں درہ دانیال HELLESPONT سے بخیر و عافیت گزارا گو اس وقت ایشیا کے باشندے سمندروں کے مالک تھے۔ میں نے جو بلاد و امصار مسخر کئے وہ تمہارے لئے مسخر کئے اور تمہیں مال و دولت جمع کرنے کا پورا پورا موقع دیا۔ لیڈیا' ایران و ھند کی دولت ہمیں ملی۔ میں نے تمہیں مال غنیمت میں حصہ دار بنایا۔ میں نے تمہارے ساتھ پیدل چل کر تکالیف برداشت کیں۔ اب بیرونی سمندر میں ہمارے قبضے میں جو خوراک تم کھاتے تھے۔ وہی میں نے کھائی اور کم سے کم سویا۔ تم میں سے کون ہے جس نے میری خاطر اتنی تکلیف اٹھائی ہو' جتنی تکلیف میں نے تم سب کی خاطر اٹھائی؟ اگر ایسا کوئی ہے تو سامنے آئے۔ ہاں ہاں وہ سامنے آئے اور اپنے زخم دکھائے میں اپنے زخم دکھاؤں گا۔ تم جانتے ہو کہ کوئی ہتھیار اب تک ایجاد نہیں ہوا جس کے زخم کا نشان میرے جسد پر موجود نہ ہو۔"

سکندر اعظم کچھ دیر کے لئے ساکت ہوگیا اس نے دیکھا کہ تمام مقدونوی متوجہ

تھے اور گہری سانسیں لے رہے تھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ آہیں اور سسکیاں بھرنے لگے ہوں۔ کچھ دیر توقف کے بعد پھر سکندر ان سے مخاطب ہوا:

”میں اب بھی تمہارا سردار ہوں اور میری ہی وجہ سے تمہیں فاتحوں کی حیثیت حاصل ہوئی ہے۔ میں نے اپنی شادی کے ساتھ ساتھ تمہاری شادیوں کا بھی جشن منایا۔ ایشیا میں تمہارے جتنے بچے پیدا ہوئے ان کی نگہداشت کا اہتمام کیا۔ میں نے تمہارے قرضے بے باق کئے اور کبھی نہ پوچھا کہ تم مقروض کیوں ہوئے حالانکہ میں تمہیں دگنی تنخواہ دیا کرتا تھا۔

”تم میں سے جنہوں نے جانیں دیں انہیں بہادروں کے اعزاز کے ساتھ اس انداز سے دفن کیا جس طرح ایکے لیز نے ہیکڑ کو ٹرائے کی فتح کے وقت دفن کیا تھا۔ میری جنگی قیادت میں تمہارا ایک آدمی بھی بھاگتا ہوا نہ مارا گیا۔ میں تمہیں اباسین کے پار لے گیا اور اگر تم پیٹھ نہ موڑتے تو رود گنگا سے بھی آگے لے جاتا۔ تم نے میرے ہاتھوں سے سنہری ہار لئے اب اگر واپس جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ۔ سب چلے جاؤ اور وطن جاکر کہو کہ ہم اپنے بادشاہ سکندر کو مفتوح اجنبیوں میں چھوڑ کر چلے آئے ہیں۔ جاؤ چلے جاؤ۔“

سکندر اعظم ہجوم میں سے راستہ پیدا کرتا ہوا اپنے خیمے میں چلا گیا اور اعلان کر دیا کہ اب میں کسی سے نہ ملوں گا۔ عسکری اپنی جگہ کھڑے رہے۔ آہستہ آہستہ بات چیت کر کے سکندر کے فیصلے پر بحث کی۔ ہر شخص سمجھتا تھا کہ اسے جادو بھری زبان ودیعت ہوئی ہے اور قبل ازیں بھی وہ ایسی باتوں سے سب کے قلوب و اذہان کو مسخر کر چکا تھا۔ انہیں یہ بھی علم تھا کہ سکندر اعظم اپنی بات پوری کرتا رہے گا۔ ہم سب کو انعام سے نوازے گا اور رخصت کر دے گا۔ خود نہ جائے گا اور ہم جب مقدونیہ پہنچیں گے تو ہمارے متعلق کیا کہا جائے گا۔ دوسرے دن بھی یہ بحث جاری رہی۔ انہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ایرانی فوجیوں کو اعلیٰ عہدے دیئے گئے ہیں۔ ایشیائی رجمنٹوں کو محافظ فوج بنا لیا گیا ہے اور انہیں رفیقان خاص کی طرح چاندی کی ڈھالیں

دے دی گئی ہیں۔

"When they had laid their heads together, they consented to go unto his tent, and without weapons, naked in their shirts, to yield themselves unto him weeping and howling."

لیم لکھتا ہے:

> "تیسرے دن مقدونوی فوج پر ہراس کی کیفیت طاری ہو گئی۔ بڑے افسر ہجوم کر کے سکندر کے خیمے پر پہنچے۔ ہتھیار خیمے کے دروازے پر رکھ دیئے اور پیغام بھیج دیا کہ جب تک ہماری بات نہ سنو گے دن ہو یا رات ہم یہاں سے نہ ہلیں گے۔"

سکندر اعظم باہر نکلا تو انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پکڑ لئے۔ اس کا دامن تھام لیا اور عجز و الحاح کرنے لگے۔ سکندر کچھ نہ بول سکا۔ اس لئے کہ اس کی آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے۔ ایک سردار نے آگے بڑھ کر کہا۔"

> "ہمیں سب سے زیادہ شکایت اس بات کی ہوئی ہے کہ تم نے ایرانیوں کو عزیز بنا لیا اور ہمیں یہ عزت نہ دی۔ سکندر صرف اتنا کہہ سکا:
>
> تم میرے عزیز ہو' تم سب عزیز ہو۔"

مقدونیوں نے ہتھیار اٹھا لئے اور آس پاس اچھلنے کودنے لگے۔ وہ خوشی سے نعرے لگا رہے تھے۔ حتی کہ سکندر اعظم نے وعدہ کر لیا۔ ہم اکٹھے جشن منائیں گے۔ اس نے قدیم انداز کے مطابق ایک دعوت کا انتظام کیا۔ جس میں مقدونوی افسروں کو اپنے پاس بٹھا لیا اور ایرانیوں کو ذرا دور بیٹھنے کا حکم دیا۔ سکندر نے اپنے آدمیوں کے ساتھ نبیذ پی۔ یونانی کاہن اور ایرانی موبدین شکرانے کی اس محفل میں اکٹھے تھے۔ سکندر اعظم نے دونوں اقوام کی متحدہ دولت یعنی کامن ویلتھ کے لئے دعا کی۔ سکندر اعظم اور فوج کے مابین مدت مدید سے جو کش مکش چلی آ رہی تھی اس مجلس پر وہ اختتام پذیر ہو گئی۔ سکندر اعظم نے حسب معمول اپنی مرضی منوالی' اس نے دجلہ کے

ساحل پر جو تقریر کی تھی اس نے جراح کے نشتر کی طرح لوگوں کے قلوب پر اثر کیا۔ وہ ان کی ذہنیت سے اچھی طرح باخبر اور آگاہ تھا۔

ایشیا میں سکندر اعظم نے شامی اور یونانی نوجوانوں کو ایک خاص انداز کی تربیت دی تھی لیکن مقدونیوں کے نقطہ نظر میں وہ بہت کم تبدیلی کر سکا تھا۔ ہندی مہم کے بہادر ویسے ہی رہے جیسے کائیرونیا سے قبل تھے۔ ہٹ دھرم، خود رائے، خود سر دہقان، سونے کے طامع، اچھی زمینوں، گاڑیوں اور مویشیوں کے خواہش مند۔ علاوہ ازیں وہ اپنی شاندار فتوحات پر نازاں تھے۔ وہ شانت اور مطمئن تھے کہ خود سے زیادہ ذہین ایشیائیوں پر قبضہ کیا اور سکندر اعظم ان کا رفیق ہے جس کی وہ پوجا کرتے تھے۔

سکندر اعظم نے ان کے ان خصائص سے پورا فائدہ اٹھایا۔ انہیں فاتح قرار دیا۔ اپنے لئے صرف ان سرزمینوں کی تسخیر کا اعزاز برقرار رکھا جو جنگ کے بغیر زیر نگین آئی تھیں۔ جنگ کے مصائب میں وہ ان کے ساتھ رہا تھا۔ یہ دعوے بالکل درست تھے۔ وہ اپنے جسارت مند اور بہادروں کی وفا کا سچا قدر دان تھا۔ آخری دو سال میں مقدونوی سپاہی ہی اس کے لئے پریشانی کا بڑا سبب رہے تھے۔ بعض اعلیٰ افسروں نے مشرقی طور طریقے اپنا لئے تھے اور وہ سکندر اعظم کے نقطۂ نظر سے متفق ہو گئے تھے۔ ان میں ہفا اس شن اور پیوسس ٹس قابل ذکر تھے۔ غالباً" ہزاروں سپاہیوں نے بھی یہی کیا اور ایشیائی عورتوں سے شادی کر کے آباد کاروں کی طرح نئی دنیا میں رہنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اسی اثر کے تحت سوات سے پرے کافرستان موجودہ نورستان کے علاقے میں سنسکرت کے الفاظ کے ساتھ ساتھ یونانی زبان کے بھی متعدد الفاظ ملتے ہیں۔ ان کے خدوخال بھی یونانیوں جیسے ہیں لیکن سکندر اعظم اور ان مقدونویوں کے درمیان اختلاف رفع نہ کر سکا جو گھر واپس جانے کے لئے ترس رہے تھے۔

یہ معاملہ سپاہیوں اور جمعیتوں پر چھوڑ دیا گیا۔ دس ہزار نے واپس جانے کا فیصلہ کر لیا۔ انہیں تنخواہ دے دی گئی۔ واپسی کے سفر کی مدت بھی ملازمت میں شامل کر لی گئی۔ ہر شخص کو ایک ایک طلائی ٹیلنٹ انعام دیا گیا۔ ایک ٹیلنٹ پندرہ ہزار ڈالر

سے زیادہ رقم کا ہے۔ جو سپاہی خدمات سرانجام دیتے ہوئے راہی ملک اجل ہوئے ان کے خاندانوں کو تمام ٹیکس معاف کر دیئے گئے اور ایسے حقوق دے دیے گئے کہ وہ اپنا گزارہ بخوبی کر سکیں سکندر اعظم نے صرف ایک شرط پیش کی وہ یہ کہ

فوجی خدمت سے سبکدوش ہونے والے سپاہیوں کے جو بچے ایشیائی عورتوں کے بطن سے تھے انہیں ساتھ نہ لے جایا جائے گا۔ نیز اپنی طرف سے وعدہ کر لیا کہ ان سب کو یورپی انداز پر تعلیم و تربیت دی جائے گی۔ جو سپاہی واپس گئے ان کی قیادت کریٹرس کے حوالے کی گئی ساتھ ہی پرانی پیادہ فوج اور پرانے رسالے کے لشکر ختم کر دیئے گئے۔

ایران کے عظیم فلسفی شاعر نظامی "وحی نازل ہونا سکندر پر بہ پیغمبری" کے عنوان سے رقمطراز ہیں:

یکے راوی(1) فیلسوفی نہاد
دلاتا ہے تاریخ رومی سے یاد
کہ جو پیشوائے بلند افسران
سکندر جہاندار صاحب قران
بتعلیم دانش ہوا بہرہ ور
ہوا اس سے ہر ملک دانش کا گھر

سکندر اعظم نے بہت سی مخلوق کا غم و تعب' رنج و الم رفع کیا اور کئی مشکلات حل کیں۔ علم حکمت (Philosopy) اور علم معرفت (Mysticism) میں دنیا میں کامل تر شخصیت کا حامل تھا۔

بد **انستن** علمہائے نہان(2)
نہ تھا اس سے کامل تر اندر جہان

(1) گلدستہ شجاعت حصہ دوم' ص 48 بعد

(2) سکندر نامہ بری اردو' ص 49

لیکن وہ ان تمام اشیاء کو ہیچ خیال کرتا تھا۔

مگر سب سے اس نے اٹھا دل کو بس
ہوا طالب ذات حق ہر نفس
اس میں رہی اس کو کوشش کمال
کہ تا ہو حقیقت کا مکشوف حال

اس نے اپنی راتیں عبادت میں گزارنی شروع کر دیں اس کا نصیبہ جاگ اٹھا اور جبریل امین کا ورود شروع ہوا۔

سروش درخشان چو تابندہ نور
ہوا اس پہ نازل زرب غفور
بوحی الٰہی کیا سر فراز
کہا اس سے آخر یہ پوشیدہ راز
کہ اب تو بہ امرِ خداوند پاک(1)
ہوا ہے بہ پیغمبری تابناک
تری نسبت اے شہریار زمین
ہوا حکم اب جہان آفرین
اس آرام گہ سے اٹھا اپنا رخت
بفرمانبری کر کمر کو تو سخت
تو ہو خلق کا سوئے حق رہنما
دکھا سب کو تو راہِ دین خدا
نئی کر بنا اس کہن طاق کی
تو کر دور ظلمت سب آفاق کی

---

(1) ایضاً" ص: 49

اٹھا خواب سے جلد خفتوں کے سر
خبردار کر جس سے ہیں بے خبر
تو ہے آیت رحمت ایزدی
نہ ہو تجھ کو اس کام میں بے خودی
بگرد جہان اب تگاپو تو کر
کہ تا خاکیان تجھ سے ہوں بہرہ ور
جو اس ملک پر تجھ کو ہو دسترس
تو اس ملک کے ہو سزا وار بس
جو اس داوری میں تو ہو راہرو
رضائے خدا تجھ پر ہو نو بنو
تو رکھ جانداروں کو بخشش سے شاد
مگر ناکسوں کو تو رکھ بے مراد
جو ہو جانداروں سے تجھ کو گزند (۱)
نہ دے ان کو مہلت زقتل و زند
کہا شہ نے اے ہاتف تیز ہوش
فرستادہ حق مبارک سروش
ہوا ہے جو فرمان پروردگار
کہ ہوں میں خلائق کا آموز گار
جو ہوں سب ممالک کا میں مر زبان
کہوں کیا کہ میں ہوں اجنب ہر زبان

میں تمام ممالک اور اقالیم کا حکمران ہوں میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ میں اپنی رعایا

---

(۱) ایضاً" صفحہ ۸۱

کی زبان سے ناواقف ہوں۔

کسی کو نہ معلوم ہو کیا لغت
کہ جس سے نہ ہو مجھ کو مفہومیت
بکثرت ہیں اقوام از خاک و آب
کروں ان پہ یکدم میں کیوں کر شتاب

ایسے اندھوں بہروں کا میں کیا علاج کروں جو کور باطن ہوں۔

جو وہ کور باطن نہ ہوں راہ پر(۱)
کروں کیا میں درماں بان کور و کر
اگر دعوئی لاؤں بہ پیغمبری
تو کس رو سے ہو خلق کو رہبری
مری راستی کی بھلا کیا دلیل
کہ ہوں راہ پر جس سے وہ نا سبیل
سکھا مجھ کو پہلے تو وہ رسم راہ
پھر اس وقت چلنے کا ہو داد خواہ
بھرا اہل دنیا کا دولت نے دل
خودی نے دماغ ان کے پر مشتعل
کروں کیسی تدبیر سے رہبری
کہ ہیں مغز ان کے پراز خود سری

جبریل امین نے سکندر اعظم کے جواب میں بتایا:

کہ ہو گا ترے حکم میں سب جہان
تو ہو گا جن و انس پر حکمران

۱۔ گلدستہ شجاعت، ص 51

مغرب کے علاقے میں ایک صحرائی قوم ہے جو ایزد متعال کی عبادت کو چھوڑ کر گمراہ ہو چکی ہے۔

بمغرب ہے ایک قوم صحرا خرام[1]
عبادت کو چھوڑے ہے ناسک بنام
بمشرق ہے دیگر فرشتہ سرشت
کہ ہے نام منسلک سر کوہ و دشت
بہ سمت جنوبی جو ایک قوم ہے
کہ ہاویل کہتے ہیں راوی اسے
شمالی ہے اقلیم اس قوم کی
کہ قاویل کہتے ہیں اس کو سبھی

سکندر اعظم کے زیرنگیں بہت سی اقوام آ چکی تھیں۔ عجیب امر یہ ہے کہ ان میں سے جس قوم کا کنٹرول اس کے لئے سب سے بڑھ کر مشکل ہو گیا۔ وہ خود مقدونوی قوم تھی۔ مشرق میں قریباً” امن تھا سوائے ناسک کے جس کا سیاسی مسئلہ کوئی نہ تھا سوائے اس کی گمراہی اور بت پرستی کے۔ زرتشتیوں نے سکندر کو سابق ایرانیوں کا سچا وارث تسلیم کر لیا تھا حالانکہ بروایت نظامی کئی آتشکدے ٹھنڈے کر دیئے گئے تھے۔ ہیکل یروشلم کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا نے سکندر سے کو روش کی طرح اپنا محافظ بنانے کے لئے التماس کی تھی۔

ہوئی صبح کو جبکہ بانگ خروش[2]
دوال دہل زن در آیا بجوش

---

(1) ایضاً ص [illegible]

(2) سکندر نامہ بری اردو، ص [illegible]

ہوئی خلق ہر سو پرستش کناں
بیاد الٰہی ہوئے سب دواں

سکندر اعظم بھی نیند سے اٹھ کر خدا تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو گیا۔

اٹھا بستر خواب سے شہر یار
ہوا محو تذکیر پروردگار

عبادت کے بعد ناشتہ کیا گیا اس کے بعد اچھے لوگوں کا ذکر خیر کیا گیا اور بعد ازاں گفتگو کا آغاز ہوا۔

ہوا پھر کشادہ در گفتگو
ہوا ذکر ہر سمت کا روبرو
اسی جا پہ تھا ایک پیر کہن
کیا یہ سکندر سے اس نے سخن

اس بوڑھے شخص نے آب حیات کا ذکر کیا جس کے پینے سے انسان غیر فانی ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس میں نہانے تک سے اسے ابدی دوام حاصل ہو جاتا ہے۔ ٹرائے کے پہلوان اکیلیز کو اس کی ماں تھربٹیز (Thirsite) نے ایڑی سے پکڑ کر آب حیات میں ڈبویا تھا اس کے جسم کے کسی حصے پر تیر و تفنگ کا اثر نہ ہوتا تھا اس کی ایڑی پر نیزے کی انی سے وار کیا گیا اور وہ ہلاک ہوا:

وہی تیرگی ہے خوش اندر جہات
کہ پانی میں ہے جس کے دائم حیات
تو چاہے رہے تو بسے روزگار
تو کر جست و جوئے شہریار

سب درباری سن کر حیران ہوئے کہ سیاہی میں کسی طرح زندگی ہے۔ شہریار

سکندر نے فرمایا کہ اے نیک مرد! تو نے اپنی رمزو کنایہ والی زبان سے مجلس کو سرشار کر دیا ہے۔

بیان کر بتفصیل تر تو یہ بات[1]
سیاہی میں کیونکر ہے آب حیات
ہوا ملتمس تب وہ دیرینہ سال
کہ اے مالک ملک و فیروز حال
وہ یک پردہ ہے زیر قطب شمال
کہ ہے اس میں یہ پاک آب زلال
وہ پردہ کہ ظلمات ہے اس کا نام
یہ پانی رواں ہے اسی میں مدام

اس پانی کا ایک گھونٹ پینا بھی ابدی زندگی بخشتا ہے۔

جو پی لے کوئی اس سے ایک جرعہ آب
تو پھر مرگ اس پر نہ آئے شتاب
اگر تجھ کو باور نہ ہو یہ سخن
تو پوچھ ان سے جو ہیں بدانش کہن
سنی شاہ نے جب کہ یہ گفتگو
ہوا عاقبت در پے جستجو

شہریار سکندر اس بوڑھے سے اس مقام کا پتا پوچھنے لگا۔ اس بڈھے نے بتایا

کہا اس نے جو تجھ کو ہے اس کی خواست[2]
تو ہے راہ اس کی ترے دست راست

[1] [illegible] ص 228

[2] ایضاً ص 228

یہاں سے دوری نہیں کچھ ذرا
وہ ہے اس کم جس قدر تو پھرا
ہوا جب کہ واقف شہ نامدار
کہ ظلمت میں ہے چشمہ خوشگوار
سو آب حیوان ہوا عزم شاہ
روانہ ہوئی اس طرف کو سپاہ

چند منازل طے کرنے کے بعد شہریار نے وہاں ایک غار دیکھا۔ تمام سازو سامان یہاں چھوڑا۔ اس مقام کا نام بلغاریہ پڑ گیا۔:

اسی سے ہوئی پھر وہ آباد جا
ہوا نام بلغار اس شہر کا

سکندر اعظم نے بوڑھوں اور بیماروں کو اس مقام پر رہنے دیا۔ دلیر، تنومند، ساتھ چلے:

لکھا ہے کہ تھے خضر بھی راہبر
برہداری سرور نا مور

سکندر اعظم شمال کی جانب ایک ماہ چلتا رہا:

گیا شہ جو یک ماہ سوئے شمال
تو سورج کا دیکھا دگر گونہ حال
ہوا وہ برآمد ز قطر فلک
اسی وقت غائب ہوا یک بیک
وہاں پھر وہ پہونچا کہ یہ آفتاب
دکھائی دیا یک خیالی حباب
زمین نے ہوا سے کیا نوردور

سیاہی نے پردہ کے پایا ظہور
ہوئی ایک جانب سے ظلمت عیان
بدریا ہوئی سمت دیگر نہان
غرض جس قدر دور ہوتی تھی راہ
سکندر پہ ہوتا تھا عالم سیاہ
ہوا پر بحیرت وہ شاہ جہاں
کہ کیا فکر ہو جس سے ہوں راہ دان

تمام دانشور حیران رہ گئے کہ یہ سیاہی اور تاریکی حجاب نہاں ہے۔ اس امر کا امکان تھا کہ آگے چلے جانے کے بعد شاہ سکندر کو واپسی کی راہ ہی تاریکی کے باعث نہ مل سکے۔ سب اسی فکر میں مبتلا تھے۔ ان اشخاص میں ایک دلیر پہلوان تھا جو شیر کی مانند زور آور تھا:

پدر اس کا پیر نود سالہ تھا
کہ جو رنج تن سے پر از نالہ تھا

یہ جوان تن اپنے والد کو ہر وقت تابوت میں بند کر کے ساتھ رکھتا تھا۔

کہا اس سے اے پیر روشن قیاس
سکندر ہے اس وقت میں پر ہراس
وہ رکھتا ہے فی الحال قصد درون
مگر اس پہ مشکل ہے راہ برون
کسی سے نہیں کشف ہوتا یہ راز
تو اس امر میں اس کا ہو چارہ ساز

اس تجربہ کار شخص نے کہا کہ یہ پردہ راز نہاں کا حامل ہے اگر بادشاہ سلامت اس امر کا خواہاں ہے کہ اسے تاریکی میں راستہ دکھائی دے تو

تو یک اسپ مادہ کہ ہو تندرست(1)
حمل میں وہ رکھتی ہو بار نخست
جو پیدا کرے بچہ باد پا
کریں اس کے سر کو اسی دم جدا
دکھا اس کی ماں کو کریں جلد تر
تن اس کا تہِ خاک اہل سفر
دل اس اسپ مادہ کو لا دیں بتاب
کریں کوچ پھروان سے آگے شتاب

جب شہریار سکندر کا واپسی کا ارادہ ہو تو اس گھوڑی کو آگے رکھا جائے:

جو پھرنے کا اس شاہ کا قصد ہو
تو ہو اسپ مادہ وہی پیش رو
چلے گی وہ بچہ کی جانب دوان
اسی طور ہو راہ مطلب عیاں
کہا اس جوان نے سکندر سے جا
ہوئی ہے مری عقل یوں رہنما
سنی شہ نے یہ فکرت ارجمند
کیا اس کو دانشوری نے پسند
کہا اس سے یہ رائے تیری نہیں
ہوئی تجھ کو تعلیم اس کی کہیں

تو مجھے اصل راز سے مطلع کر ورنہ میں تجھے قرار واقعی سزا دوں گا۔ اس پر اس جوان نے عرض کی کہ اگر مجھ کو امان ملے تو صحیح واقعہ عرض کروں۔ جب اسے پناہ مل گئی تو اس نے پوشیدہ راز سے آگاہ کرتے ہوئے کہا:

---

(1) سکندر نامہ بحری اردو، ص 230 بعد

کہ ہے میرے ہمراہ میرا پدر
جو ہے سخت پیری سے بے بال و پَر
یہ تعلیم اس پیر کی ہے مجھے
کیا جس سے واقف ہے میں نیت مجھے
کہا شہ نے گو نوجوان ہو دبیر
مگر وقت حاجت ہے محتاج پیر
جوان گرچہ ہو جملہ دانش طراز
نہ ہو پیر کی رائے سے بے نیاز
ہوا پھر جو آگے سکندر رواں
ہوا اس پہ تاریک تر سب جہان
ہوا بعد تعمیل فرمان پیری
سو آب حیوان وہ نہضت پذیر

سکندر اعظم نے خواجہ خضر کو اپنا رہنما کیا تاکہ اس نئے راہ کی مسافت طے کی جائے۔

کیا حکم تا خضر ہو پیش رو
کہ جو قطع کی جائے یہ راہ نو
دیا خضرؑ کو ختلی(2) را ہوار
کہ تھا جس کے اوپر سکندر سوار
کہتا اس پہ وہ ترکتازی کرے
سو آبخور چارہ سازی کرے

ایک آبدار موتی دیا گیا جس کی روشنی پانی پر پڑنے سے راستے کا پتہ چلتا تھا۔

(1) [illegible] ص 230

(2) [illegible]

دیا ایک گوہر کہ اندر مغاک
جو ہوتا تھا پانی پہ وہ تابناک
کہا اس سے ہر سو عنان پھیر کر
بہشیار مغزی کرے تو نظر
جہاں آب حیواں کا ہو گا نشان
کرے گا یہ رخشندہ گوہر عیاں

سکندر اعظم نے جناب خواجہ خضر علیہ السلام والتسلیم سے التماس کی کہ جب تجھے آب و حیات ملے تو نوش جان کرنے کے بعد مجھے بھی آگاہ کریں۔

ملے وہ تو پی کر مجھے بھی بتا(1)
کہ تا میں بھی اس کی کروں التجا
بفرمان شہ خضر رخصت ہوا
کہ تا آب حیواں کا ڈھونڈے پتا

سیدنا خضر علیہ السلام نے آب حیوان کو بہت تلاش کیا لیکن آب حیات کا پتا نہ چل سکا۔

بہت خضر نے جستجو کی وہاں
مگر اس جگہ کا نہ پایا نشان
کہ ناگہ وہ گوہر ہوا تابناک
نظر آیا مطلوب زیر مغاک
ہوا رونما چشمہ سیم رنگ
جو آئینہ صافی تراز چرک زنگ

---

(1) ایضاً، ص: 232

چشمہ، آب حیات چاند سے بھی زیادہ روشن تر بلکہ سپیدی صبح سے بھی زیادہ چمکدار اور تاباں تر تھا۔

وہ تھا ماہ سے بھی فرو زندہ تر
نہیں بلکہ رخشندہ تر از سحر
نہ تھا وہ تحرک سے آرام گیر
جو سیماب در دست مفلوج پیر

حکیم نظامی نے یہاں واقعات کو زبردست جست دے کر بہت تیزی سے چلایا ہے:

بھلا کس سے دی جائے تشبیہ آب
مگر یہ کہ تھا چشمہ آفتاب
ہوا جب کہ اس جا سے خضر آشنا
در آیا وہ اس آب میں برملا

حضرت خضر نے آب حیات نوش فرمانے کے بعد کپڑے دھوئے اور پھر وضو کیا:

پس از شرب کی ثوب کی شست شو(1)
کیا پاک پھر اس سے اندام و رو

حضرت خضر کے گھوڑے نے بھی جی بھر کر آب حیات پیا۔ حضرت خضر وہاں سے ہٹے لیکن اپنی نظر اسی جگہ گاڑے رکھی تاکہ سکندر کو اس جگہ سے مطلع کریں

پیا اس کے گھوڑے نے بھی خوب سا
ہوا خضرؑ پھر اس جگہ سے جدا
مگر اس پہ رکھتا تھا ہر دم نگاہ
کہ تا جلد آگاہ ہو اس سے شاہ

---

(1) سکندر نامہ [illegible]

جونہی خضر نے وہاں سے نگاہ پھیری آب حیات آنکھوں سے اوجھل تھا

جبھی خضر نے واں سے پھیری نظر
نہ دیکھا۔ گیا پھر وہ بار دگر

حضرت خضر نے جان لیا کہ اسکندر ارجمند اس نعمت سے محروم رہ گیا:

یہ جانا کہ اسکندر ارجمند(1)
رہا اس کرامت سے نابہرہ مند
اسی شرم سے وہ بسوئے دگر
نہاں ہو گیا پھر نہ آیا نظر

سکندر اعظم کے پاس یونانی بلاد و امصار سے دیگر مقامات کی طرح قاصد اور سفیر چلے آ رہے تھے۔ وہ شہریار سکندر کے پاس آتے اسے ہار پہناتے اور دیوتا کی طرح والہانہ انداز سے اس کا احترام کرتے۔ اثینیہ کے لوگ شہریار کے دوست نہ سہی وہ ایشیائی فتوحات کا سن کر غیر جانبدار ضرور بن گئے تھے اور اب انہوں نے چپ سادھ لی تھی۔ بحیرہ قلزم میں حلیفوں کے بیڑے گردش کر رہے تھے۔

(2)"It was plainly his ambition to be the greatest warrior of all time, and he seems to deserve that title. As an individual fighter, he combined abiltiy and courage. As a general he was supreme."

سکندر اعظم صرف سپاہی یا جرنیل ہی نہیں تھا بلکہ ہومر کے 28,000 ہزار اشعار کا مطالعہ ارسطو کی نگرانی میں کیا تھا اور ہومر کے بیشتر کرداروں کو بہت پسند کرتا تھا۔

---

(1) [illegible] ص 212

(2) Michael H — مائیکل ہارٹ ص ۱۰۶

ایکے لیز (Achilles) جس کے لمبے سنہرے گھنگریالے بال تھے اور ٹرائے کا عظیم فاتح تھا جس نے والئی ٹرائے پرائم (Priam) اور ہیکوبہ (Hecuba) کے بہادر بیٹے کو ہلاک کیا تھا اسے بہت پسند کیا کرتا تھا۔

ہومر کا دوسرا پسندیدہ کردار اتھاکا (Ithaca) کا والی تھا۔ جو ہومر کا جدامجد تھا۔ اسے لاطینی میں یولی سیز (Ulysses) اور یونانی میں (Odysseus) کہتے ہیں۔ میدان حرب میں اس کے مقابلے میں کوئی شخص نہ ٹھہر سکتا تھا۔ بزم آرائی میں بھی اسے انتہائی دسترس اور سلیقہ حاصل تھا۔

[1] "When the skilled Ulysses rose to speak,
With downcast visage would he stand, his eyes
Bent on the ground ; the staff he bore not back,
He waved nor forward but like one untaught.
He had it motionless ; who only saw,
Would say that he was mad, or void of sense :
But when his chest its deep-toned voice sent forth,
With words that fell like flakes of wintry snow,
No mortal with Ulysses could compare."

لیکن اب سکندر اعظم نے ارسطو سے خط و کتابت بھی منقطع کر دی تھی۔ ارسطو مشائی فلسفیوں کی حیثیت سے کتابوں کے انبار کے اندر بیٹھا رہتا تھا۔ مشائیوں کی تعلیم یہ تھی کہ سکندر خوش قسمتی اور طالع مندی سے فائز بالمرام ہوا۔

سکندر اعظم بابل میں دربار منعقد کرنا پسند نہ کرتا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ وہ یہ نہ چاہتا تھا کہ شہر کے اہرام نما برجوں پر افسروں اور درخواست گزاروں کی قطاریں اس کے انتظار میں بیٹھی رہیں۔ جن پہاڑوں سے اسے محبت تھی' بابل کے معلق باغ

Homer - The Iliad Tr. by W Lucas Collins, Edinburg, P. 57

ان کا اچھا بدل نہ تھے۔ اس کے برعکس وہ بحیرہ قزوین کی چھان بین کے لئے سکیمیں تیار کرنے میں لگ گیا۔ اس نے کہا کہ اس سمندر کے کنارے لکڑی کی کمی نہیں۔ اس سے بیڑا تیار کیا جا سکتا ہے --- بلکہ فونیقی اور کریٹ فنکاروں کو حکم صادر فرمایا کہ جہاز سازی کا کارخانہ قائم کرنے کے لئے فوراً روانہ ہو جائیں۔ بعد ازاں سمندر کا چکر لگا کر معلوم کیا جا سکتا ہے کہ آیا یہ بحیرہ اسود سے ملتا ہے یا اس کا اتصال شمالی سمندر سے ہے۔ اگر دوسری بات درست ثابت ہو گئی تو پھر ہمارے جہاز ربع مسکوں کے شمالی کنارے پر بھی جا پہنچیں گے۔ یہ بھی معلوم ہو سکے گا کہ آیا دریائے بحر اور دریائے ریگ دونوں بحیرہ قزوین ہی میں گرتے ہیں؟ اس طرح سیتھیوں کے وطن تک بہ آسانی پہنچنا ممکن ہو جائے گا۔

اس نے ہمالیہ کی برفانی چوٹیاں دیکھ لی تھیں جو زمین کی آخری فصیل تھا۔

کمر باندھ میں نے بہ شمشیر تیز(۱)
کیا تھا سب عالم کو فرمان پذیر
بہ طوفان شمشیر زہر آب خورد
اٹھائی تھی دریائے قلزم میں گرد

کئی لڑکے چھوٹے چھوٹے تھے وہ میرے سامنے جوان ہوئے۔ میں نے اپنے عدل و انصاف سے شیر اور بکری کو ایک گھاٹ میں پانی پلایا۔

بہت خرد مجھ سے ہوئے تھے بزرگ
ہوئے میش و بزجان براز دست گرگ
ز قنوج تا قلزم و قیروان
ہوئی تیغ میری چو دریا روان

ظفرنامہ یزدی ص ۱۱۲

لپیٹے بہت کوہ و دریا و دشت
کہ ایسا کیا تھا کسی نے نہ گشت
کیا میں نے دارا پہ سر کو بلند[1]
کیا عاقبت اس کو زیر کمند

میں نے راجہ پورس اور قنطال کو نیز فغفور چین کو مغلوب کیا۔ میں نے قاویل و ہاویل نامی اقوام پر فتح حاصل کی اور مناسک حج ادا کئے۔ آتش پرستی کو میں نے بیک قلم ختم کیا رود روس کے پانی سے میری آبادی کے باعث آگ کے شعلے اٹھنے لگے:

کیا فورد قنطال کو زیردست
ہوا شاہ چین میرا فرمان پرست
بہ قاویل و ہاویل غالب ہوا
کیے میں نے حج کے مناسک ادا
اٹھائی تھی آتش زدریائے روس

میں نے تخت جمشید اور جام جم اور شاہ فریدوں کا گنج حاصل کیا۔ دخمہ عاد کو گم کر کے شداد کے محل میں توسیع کی:

لیا میں نے جمشید کا تخت و جام[2]
لیا گنج شاہ فریدوں تمام
کیا میں نے گم و خمہ عاد کو
کشادہ کیا قصر شداد کو

لنکا میں میں نے سیدنا حضرت آدم علیہ اسلام کے مزار مقدس کی زیارت ں۔ میں مشرق سے مغرب تک گیا اور سد سکندری یاجوج و ماجوج کو روکنے کے لئے مستحکم اور استوار کی:

[1] سکندر نامہ بری، ص: 107

[2] ایضاً، ص: 108

سر اندیپ کو میں نے برہم کیا
قدم بہ قدم گاہ آدم کیا
گیا مشرق سے میں بہ مغرب زمین
ہوئی سدیا جوج مجھ سے ستین(1)
بہ طاعات مشعل کو روشن کیا
ستم ہے ان آنکھوں کو میں نے سیا

میں نے کسی کام کو بھی غفلت کی نذر نہیں کیا اور مجھے شہرت بسرعت راتوں رات نہیں حاصل ہوئی :

نہ ڈالا غفلت کوئی میں نے کام
بہ بازی نہ پیدا کیا میں نے نام

اگرچہ میں نے جہاں پر لشکر کشی کی ہے لیکن کبھی عدل و انصاف سے سر مو انحراف نہیں کیا :

گیا میں جہاں پر فوج و سپاہ
لپیٹا نہ سر عدل سے پیچ گاہ

خشک پہاڑوں کی جھلسا دینے والی ہوا میرے لئے موافق اور سازگار رہی لیکن اب یہ پسندیدہ مقامات مجھے کاٹنے کو دوڑتے ہیں :

ہوائے گدا زندہ کوہسار
جو تھی مجھ کو قوت رہی سازگار
مگراب یہ جا ہائے خاطر پسند
بہ بے طاقتی میں ہوا درد مند

(1) ستین یعنی مضبوط

(2) ایضاً ص 108

سر آیا بہ بالین ہوا تن جو ست
نہ آوے بہ بالین سر تندرست
جہان میں نے دیکھا بہ بالاؤ زیر
ہوئی دید سے آنکھ اب تک نہ سیر
ہوئی عمر میری ہے چھتیں سال
جو کرتا ہوں میں دل میں اپنے خیال
تو کھولے بہت راز ہائے سپہر
موافق رہے مجھ سے یہ ماہ و مہر
رہا میں جہاندیدہ کا حق شناس
خدا کا کیا میں نے ہر دم سپاس
کہ غفلت نہ کی عمر میں نے بسر
کیا کام جو وہ بہ عقل و ہنر

سلطان سکندر عقابوں کی پرواز دیکھ چکا تھا۔ اس کے قدوم میمنت لزوم مکران و بلوچستان کے صحراؤں کی پیائش کر چکے تھے اور اسے پھر ھند و پاک کے مدوجزر کا تجربہ بھی ہوچکا تھا۔ وہ دارا و جمشید کے تخت پر نہیں بلکہ اپنے تخیلات کی شان و شوکت کے تخت پر بیٹھ کر طبیعیات کی دنیا میں سیر و گردش کرتا رہتا تھا۔ زمین کے متعلق اس کے تصورات واضح ہوچکے تھے۔ درین اثنا ھفا اس ٹن کے انتقال پرملال کی خبر ملی۔ اس سے سکندر اعظم کو شدید تر صدمہ پہنچا۔ ھفا اس ٹن صرف ایک ہفتہ بخار میں مبتلا رہا تھا۔ طبیب اس کا علاج نہ کر سکے تھے۔ کلائی ٹس سکندر اعظم کے ہاتھوں تہ تیغ ہوچکا تھا۔ اب ھفا اسٹن بھی بچھڑ گیا تو شہریار سکندر سمجھا کہ اس کی ذاتی شے چھن گئی ہے۔ ماتم کے جوش میں اس نے فرمان واجب الاذعان ارسال کیا کہ ھفا اسٹن

---

(1) ایضاً'' ص : 108

کے اعزاز میں ہمدان میں کھیلیں جاری رہنی چاہیئں اور کھیلوں میں شمولیت حاصل کرنے والے تمام لوگ مرنے والے عزیز دوست کی یاد میں قربانی دیں۔

یونانی تارکین وطن میں سے شہریار سکندر کو ایک عمدہ اور باصلاحیت فن کار مل گیا۔ اس کا نام سٹاسی کرے ٹس STACICRATES تھا۔ یہ بہت اچھا ڈیزائنر تھا۔ اس نے ہفا اسشن کی قبر کا بہت اچھا نقشہ بنایا۔ طے پایا کہ دیودار اور صندل کی لکڑی استعمال کی جائے جسے ایلوے اور دیگر عطریات میں بسا دیا جائے۔ اس کی وضع قطع معبد جیسی ہو اور اکبتانا ECBATANA موجودہ ہمدان کے خزانے سے دس ہزار ٹیلنٹ کی رقم اس پر خرچ کی جائے۔ شہریار یہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ یادگار نذر آتش کی جائے۔ مگر یہ نذر آتش ہوئی۔ سکندر اعظم کی تجاویز کی وقعت اور عظمت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے سٹاسی کرے ٹیز نے اس کی خوشنودی حاصل کرنی چاہی اور اس کی یادگار کا ایک عجیب نقشہ بنا رکھا تھا جس کے سامنے اہرام مصر بھی وقعت نہ رکھتے تھے۔ اس نے کہا کہ میں ایتھوس کی چٹان کاٹ کر سکندر اعظم کا مجسمہ تیار کروں گا۔ ایتھوس یونان کا ایک پہاڑ ہے جو سالونیکا سے دس میل کی مسافت پر بحیرہ ایجہ کے قریب واقع ہے۔ اس کی بلندی چھ ہزار فٹ ہے۔ ایتھوس اس خطہ ارض کا نام بھی ہے جس میں یہ پہاڑ واقع ہے۔ سالونیکا کے ساحل خشکی کی تین آبنائیں سمندر میں تین زبانوں کی طرح بڑھی ہوئی ہیں۔ ان میں سے دائیں جانب کی تنگنائے کے آخری حصے میں کوہ ایتھوس واقع ہے۔

دس ہزار باشندوں کا شہر اس کے بائیں طرف ہوگا اور دریا اس کے دائیں جانب سے بہتا ہوا سمندر میں گرے گا۔ یہ مجسمہ رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔ سٹاسی کرے ٹس نے قسم کھا کر کہا کہ اس قسم کا مجسمہ سکندر اعظم کے شایان شان ہو سکتا ہے۔ لیکن سکندر اعظم ایسی خوشامدانہ باتیں سننے کے لئے تیار نہ تھا۔

بابل میں جہاز بنانے کے کارخانوں نے کام شروع کر دیا تھا۔ دس دس اور تیس تیس چپوؤں والے جہاز بننے لگے تھے۔ پرشاس ایران سے نئی فوج لے کر آگیا تھا۔

سلیوکس اپنے ساتھ ہاتھیوں کی قطار لایا۔ سکندر اعظم کو بے چینی اور بخار کی حرارت کے باعث رات بھر نیند نہ آتی تھی۔

پلوٹارک لکھتا ہے کہ "ایک دفعہ رات کو معمول کے مطابق غسل کرنے کے بعد وہ خواب گاہ میں جا رہا تھا کہ اس کے ایک کپتان MEDIUS نے آکر التماس کی کہ میرے ہاں تشریف لائیے۔

(1)"Medius one of his Captains besought him to come to his lodging. Alexander went there."

سکندر اعظم وہاں ساری رات مشروب پیتا رہا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس نے ھرقل کی صحت کے نام بیک جرعہ یعنی ایک گھونٹ میں پی لیا۔ یکایک اسے اس قدر شدید درد ہوا جیسے کسی نے نیزہ گھونپ دیا ہو۔

ارسٹو بولس ARISTOBOLUS لکھتا ہے کہ اسے اس قدر شدید بخار اور پیاس محسوس ہو رہی تھی۔ مشروب پینے کے بعد وہ بے ہوش ہو گیا۔

"... at the length he died the thirtieth day of the month of June."

الاخبار الطوال کے مدون نے سکندر اعظم کو تیس سال کی عمر میں بیت المقدس میں مارا ہے۔

ثم ھلک الاسکندر ببیت المقدس (2)
وقد ملک ثلاثین سنۃ ..... الی الاسکندریہ

کچھ عرصہ بعد سکندر بیت المقدس میں راھی ملک عدم ہوا۔ اسکا عہد حکومت تیس برس تھا۔ اس میں سے چوبیس سال گردش میں گذرے۔ ابتدائی عہد حکومت

---

(1) Plutarch's life of Alexander P. 80

(2) الاخبار الطوال ص 39

میں وہ تین سال سکندریہ میں مقیم رہا اور واپسی کے دوران میں تین سال شام میں رہا وہاں اس کی لاش کو سونے کے تابوت میں رکھ دیا گیا اور تابوت کو سکندریہ پہنچا دیا گیا۔

کیا ہر ستم گر کا در میں نے وا(1)
مگر موت کا در نہ مجھ سے کھلا

میں نے ہر ظلم کا دروازہ کھولا لیکن موت کا در مجھ سے نہ کھولا جا سکا گیا۔

گئے اب کہاں وہ حکیمان پاک
کہ جھاڑا گیا جن پہ زر ہم چو خاک
در آویں یہاں خاک کو زر کریں
مداوا [illegible]ے کہاں سکندر کریں
کہاں ہے ارسطو کہ باعقل ورائے
کرے مجھ کو بیروں ازیں تنگنائے
کہاں ہے بلیناس وافسو نگری
کرے چارہ جان اسکندری
کہاں ہے فلاطون دانش طراز
جو ہو میرا اس وقت میں چارہ ساز
کدھر آج والیس دانا گیا
بتادے مرے درد کی وہ دوا
گیا ہے خرد مند ہرمس کدھر
کرے اس مرض کی دوا جلد تر
کہو یہ حکایت بہ فر فوریوس
کہ ہو چارہ فرمائے حال فسوس

---

(1) سکندر نامہ بحری، ص ۱۶۴

کہا پھر کہ یہ سب سخن ہے ہوا
نہیں چارہ گرھے مرا جز خدا
چھڑا دے جو اس درد و غم سے مجھے
شفا دے وہ راہ کرم ہے مجھے
اٹھایا تھا جس خاک سے میں نے سر
اسی میں ہوئی عاقبت رہگذر
برہنہ جو مادر سے پہونچا یہاں
اسی طور جاؤں گا یاں سے وہاں

ہیرولڈ لیم نے آریاں نے حوالے سے لکھا ہے:

رات کے وقت بخار ہوگیا۔ اس نے معمول کے مطابق قربانی کی اور نیارکس کو حکم دیا کہ جہاز تیسرے دن روانہ ہوجانے چاہیں۔ اگلے روز قربانی کے وقت وہ بخار کی شدت کے باعث وہ خاموش نہ رہ سکا۔ افسروں سے مسلسل مصروف گفتگو رہا کہ بیڑے کی روانگی کے وقت ہرچیز تیار رکھنی چاہیے۔

تیسرے روز اس قدر نقاہت ہوچکی تھی کہ قربانی کے لئے پالکی میں بٹھا کر لائے۔ اسی حالت میں اسے واپس لے گئے۔ جرنیل اور دیوانی کے افسر محل کے دروازے پر اس کا انتظار کر رہے تھے۔ جب وہ لوگ اس کے کمرے میں داخل ہوئے تو انہیں پہچان تو رہا تھا لیکن بول نہ سکتا تھا۔ دو دن اور دو رات بخار تیز سے تیز تر ہوتا رہا۔

سپاہیوں کو یہ خبر ملی تو انہیں خیال پیدا ہوا کہ سکندر کہیں مر نہ گیا ہو اور راز دار افسر اس حقیقت کو مخفی رکھ رہے ہوں۔ ان میں سے بعض قصر میں پہنچے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے وہ زبردستی شہریار کے کمرے میں گھس گئے۔ باری باری اس کے سامنے سے گذرے۔ سکندر اعظم کی گویائی کی قوت سلب ہوچکی تھی۔ البتہ اپنے دائیں ہاتھ سے ان کے سلام کا جواب دیتا تھا۔ شاہ بمشکل اپنا سر اٹھا سکتا

تھا۔

کچھ دیر بعد وہ عالم بقا کو سدھارا۔ صرف تیس سال اور آٹھ ماہ کی عمر پائی۔

سکندر اعظم عالم شباب میں ہی عالم بقا کو سدھارا اور سلطنت کا جو خواب سا دیکھا تھا اس کی تعبیر ادھوری رہ گئی۔ قدرتی طور پر یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ آیا یہ تعبیر پوری ہوسکتی ہے یا نہیں؟ عصر حاضر کے بعض مصنف کہتے ہیں کہ اس نے جو کام اپنے ذمہ لیا تھا وہ انسان کے حیطہ قدرت سے باہر تھا۔ سکندر اعظم کو خوش نصیب سمجھنا چاہیے کہ اس نظام کے درہم برہم ہونے کا رنج اور صعوبت اٹھانے سے قبل ہی دنیا سے رخصت ہوگیا۔ حقیقت حال دریافت کرنے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔

جو کچھ سکندر اعظم نے کیا ہمیں معلوم ہے اور فارے FAURE درست کہتا ہے کہ

”یہ اتنا اہم نہیں جتنا اہم وہ ہے جس کے لئے وہ کوشاں رہا۔“

اس بارے میں بھی ہمارے پاس کوئی واضح اور بین شہادت موجود نہیں۔ جن حالات سے اسے دو چار ہونا پڑا' ان سے عہدہ برا ہونے کا بندوبست کر لیا گیا۔ جن مشکلات اور مزاحمتوں سے اسے سابقہ پڑتا رہا۔ انہیں راستے سے مٹاتا گیا۔ وہ مشکلات پر اتنا مضطرب نہ تھا جتنا اپنے ساتھیوں کی بے یقینی پر مضطرب تھا۔ آخری سالوں میں اس نے تمام اقوام کو تہذیب کی نئی راہوں پر اتنی قوت سے آگے بڑھا دیا کہ وہ پرانے طور طریقوں پر واپس نہ جاسکتے تھے۔ اس نے انسانیت سے ماورائی قوت استعمال کر کے اپنے زمانے کے تمام معیار درہم برہم کر ڈالے تھے۔ اور اس طرح ان قوئ کو حرکت میں لے آیا تھا جنہیں آگے بڑھنے سے روکا نہ جاسکتا تھا۔ سکندر کے احوال میں جو عجائبات پیش آئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی زندگی کے اثرات وفات سے قبل ٹھیک نمایاں نہ ہوسکے۔ جن قوتوں کے پاؤں سے اس نے زنجیریں اتار دی تھیں۔ وہ مدت تک انسانی تاریخ پر عمیق اثر ڈالتی رہیں یہ اثر

صدیوں بعد اب بھی واضح طور پر دکھائی دیتا ہے۔ اگرچہ "وہ آندھی کی طرح آیا اور بگولے کی طرح رخصت ہوگیا۔"

سکندر اعظم کی عالمگیر سلطنت کے خلاف جو جنین کی حالت میں تھی پہلا رد عمل اس کے اپنے وطن مقدونیہ سے ہوا جو اس کی توجہ سے بیش تر محروم رہا۔

اس کے وطن کے اکثر پہاڑی لوگ سمجھے بیٹھے تھے کہ سکندر ایشیا پہنچ کر یا تو دیوانہ ہو چکا ہے یا اس نے مطلق العنان فرماں برداری کی حیثیت اختیار کرلی ہے۔ کریٹرس اس وقت تک یونان واپس نے پہنچا تھا۔ اختیارات کی باگ ڈور اینٹی پیٹر کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے فوجی اقتدار سے کام لے کر تمام یونان پر گٹھ جوڑ کے ذریعے قبضہ کرلیا کہ حالانکہ سکندر اعظم نے اپنی زندگی میں ایسے اقدام کی قطعا" اجازت نہ دی تھی۔

تھی بیز کے شعلہ بیان اور دنیا کے عظیم خطیب ڈیموس تھی نیز نے یونان کی آزادی بچانے کی آخری کوشش کی۔ وہ کامیاب نہ ہوسکا۔ تو جان بچا کر آئی جینا AEGINA بھاگ گیا۔ مقدونیہ کے طلایہ گرد دستے اس کی تلاش میں آئی جینا پہنچے تو اس عظیم فصیح اللسان خطیب نے ایک معبد میں پناہ لے لی اور قید ہونے کی بجائے خود کشی کو ترجیح دی۔ اس نے فونٹین پین کی ٹوپی کے سرے میں ایک مہلک زہر رکھی ہوئی تھی۔

بادکہا: امریکہ کا شطرنج کا عالمی کھلاڑی مائیکل ایچ ھارٹ لکھتا ہے:

(1)"When Alexander died in 323 B.C., the anti_Macedonian faction gained control in Athens, and Aristotle was indicted for "impiety". Aristotle recalliing the fate of Socrates 72 years earlier fled the city."

---

(1) Michael H. Hart , The 100 greatest in History, N. York.

جاتے وقت ارسطو نے یہ کہا:

"I will not give Athens a second chance to sin against philosophy.

ارسطو نے چار سو کتب لکھیں تین جن میں سے 72 اب تک موجود ہیں۔ قاہرہ میں بیشتر کتب کا ترجمہ عربی میں ہوچکا ہے۔ قبل ازیں مامون الرشید نے سکندر اعظم کے اس عظیم استاد کی کئی کتب کا ترجمہ حنین بن اسحاق سے کروایا تھا۔ ارسطو نے 323 قبل از مسیح وفات پائی۔

اس طرح اس دور کی تین زبردست ہستیاں، عظیم خطیب، عظیم فاتح اور عظیم فلسفی رخصت ہوئے۔ جنہیں اپنے اپنے دائروں میں اس قدر بلند اور ارفع حیثیت حاصل تھی کہ بعد کی نسلوں میں کوئی ان کے برابر رسائی نہ حاصل کر سکا۔

خود یونان میں سکندر اعظم کو دیوتا خیال کیا جاتا تھا اور آخری دور کے ہرقل یا اپالو یعنی سندر دیوتا کی حیثیت میں اس کی پرستش کی جاتی تھی۔ اس کے لئے قربانیاں کی جاتیں، مورتیاں بنائی جاتیں اور لوگ ان کے سامنے جھکتے۔ سکندر پرستی کا یہ آغاز تھا۔ یہ سب کچھ رسمی حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن اس سے اس تبدیلی کے شواہد ضرور فراہم ہوتے ہیں جو پیش آچکی تھی۔ اثینہ یعنی ایتھنزوالوں کے نزدیک سکندر مقدونیہ کا حکمران نہ رہا تھا۔ ایک خاص مدت کے لئے اس نے اثینہ کے ہاتھ سے فکر و نظر کی قیادت چھین لی تھی اور غور و خوض کے کے ایسے نئے میدان کھول دیے تھے جو اہل علم کے لئے تحیر کا باعث تھے یونانیوں نے اس مسلئے کو یوں حل کیا کہ

"سکندر کو دیوتا مان لیا اور درسگاھوں میں حسب معمول اپنی بحثوں پر متوجہ ہوگئے"

مقدونیہ کی آدھی آبادی ھند کی جانب جا چکی تھی یا تہ تیغ ہوچکی تھی۔ جاگیردار امراء کی تعداد خاصی کم ہوچکی تھی۔ کسانوں میں شعور پیدا ہوچکا تھا۔ اور انہوں نے شاہی خاندان یا ملکہ اولمپیاس کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان اندرونی

جھگڑوں کے باعث ایشیائے کوچک میں مسلسل کشمکش شروع ہو گئی جہاں یک چشم اینٹی گونس مختار بن بیٹھا تھا۔ یونانیوں نے فن کار مزدوروں اور اجیروں کے کام اپنا لئے اور فوج کی حیثیت پرانے زمانے کے پیشہ وروں کی سی رہ گئی۔

سکندر اعظم کی زندگی کا ایک عجیب و غریب واقعہ یہ ہے کہ جو فوج اس کے والد نے تیار کی تھی اور جو اس کی اپنی کامیابی کا اولین وسیلہ تھی اسے اس نے خود برباد کر دیا۔ دجلہ کے ساحل سے رخصت ہونے کے بعد پھر مقدونوی فوج کبھی کسی میدان حرب میں نہ اتری۔ جو مقدونوی جنگجو باقی رہ گئے تھے وہ اپنی عظمت رفتہ کا محض ایک سایہ تھے۔

فلپ نے تصلی، اگریانا اور مقدونیہ کے باشندوں سے ایک شہری فوج تیار کی تھی۔ جو جسارت میں اپنی نظیر آپ تھی۔ یہ قومی فوج یوریشیائی سکیم میں کام کرنے کے لئے موزوں نہ رہی تھی۔ جو فوج سکندر کے بعد باقی رہ گئی۔ وہ قوم کی نہیں بلکہ اقوام کی فوج تھی۔ سکندر اعظم نے مقدونوی جنگ جوؤں کو اپنی دولت میں شریک کرنے کا ایسا کارنامہ انجام دیا جس کی کوئی نظیر موجود نہ تھی۔ سچ یہ ہے کہ اس نے ہر شخص کو اپنے کارہائے نمایاں میں حقیقتاً حصے دار بنا لیا تھا۔

اپنی نئی مسلح فوج کو وہ صرف اپنی شخصیت کے بل بوتے پر رکھ رہا تھا۔ رضا کار یا بھرتی شدہ اشخاص جن میں ترکستان کے پہاڑی علاقوں کے سرکش باشندے اور شمالی ہند کے لوگ شریک تھے۔ صرف اسکی عظیم المرتبت شخصیت کے سامنے جھک گئے تھے۔ وہ صرف اپنے سپہ سالار کا حکم مانتے تھے۔ جس طرح بعد میں ھینی بال کی ملی جلی افریقی افواج صرف اپنے قائد کا حکم مانتی تھی۔

* * *

سکندر اعظم کی وفات کے بعد بطلیموس، سلیوکس، پرڈکاس، پیوسس ٹس اور نیارکس اس کے پاس موجود تھے۔ یہ ذی اثر رفقاء جو کچھ ضروری خیال کرتے تھے وہ غور و فکر کا محتاج نہ تھا، ان کا فیصلہ تھا یہ یورپ اور ایشیا کی سلطنت فیلقوس اور سکندر

کے وارثوں کے لئے محفوظ رکھی جائے۔ وارث دو تھے ایک فاتر العقل روہی اور ڈائیس جو ادھیڑ عمر کو پہنچ چکا تھا۔ دوسرا روشنک کا بیٹا جو چند ہی مہینے کا تھا۔ موقعہ پرست پرڈکاس کو جانشین منتخب کرلیا گیا۔ جو صاحب عزم سپاہی تھا نیز شاہی خاندان کے ساتھ اس کی رشتہ داری تھی۔ موقع شناس بطلیموس ہمیشہ سے مصر کا آرزومند تھا اسے مصر کا عامل بنا دیا گیا۔ سلوکس نے بابل کے مشرق میں واقع تمام علاقوں کا انصرام و انتظام سنبھال لیا۔

سکندر کا تابوت مقدونیہ بھیجا جاتا تو بہتر تھا۔ لیکن بطلیموس نے یہ تابوت مصر لے جانے کا بندوبست کر لیا۔ اس طرح اپنا اقتدار بڑھا لیا۔ بعد ازاں اس نے اپنی داشتہ تھائیس سے شادی کرلی۔ سکندریہ بطلیموس نے ایک نئے حکمران خاندان کی بنیاد رکھ دی جیسا کہ توقع کی جاسکتی تھی۔ بطلیموس نے مشقت پسند سلیوکس کے مقابلے میں بادشاہی کا لطف زیادہ اٹھایا۔ سلیوکس خود کو پوری سلطنت کا محافظ و نگران خیال کرتا تھا۔ ان ہی دونوں کا متعلق دانیال کی پیش گوئی میں ذکر آیا ہے:

”جنوب کا بادشاہ بہت طاقتور ہوگا۔ لیکن اُس کا ایک سپہ سالار طاقت میں اور بھی بڑھ جائے گا اور وہ سلطنت کا مالک بن جائے گا۔“

بطلیموس نے سکندریہ میں ایک کتب خانہ تعمیر کرایا جہاں اس کا سوتیلا بھائی نظر بند تھا۔ اس کی راجدھانی میں تھائیس ملکہ کے فرائض سرانجام دیتی رہی اور اس کے تین بچے ہوئے۔

سکندر اعظم کے ان جانشینوں کے لئے کوئی واضح منصوبے نہیں تھے۔ وہ صرف اپنے عظیم آقا کی مثال اور اس کا مقصد سامنے رکھ سکتے تھے۔ یہ کام ان سے نہ ہوسکا۔ انہوں نے بہت کچھ کیا۔ لیکن جیسا کہ اولمپیاس بار بار شکایت کر چکی تھی۔

فوجی اختیارات و قوت کو اور ملکی انصرام و انتظام کو وہ جدا جدا نہ رکھ سکے اور انجام کار پرانے زمانے کا طرح ان کا انحصار ٹیکس جمع کرنے والوں پر ہو گیا۔ سلیوکس انتہائی شرقی علاقوں کو یک جا نہ رکھ سکا۔ یونان کے جو باشندے بیرونی باختریا سغد میں

آباد ہو گئے تھے۔ سکندر اعظم کے انتقال کی خبر سن کر بغاوت کر دی یا وطن کا راستہ اپنایا۔ ہند کے مفتوحہ علاقے سیلوکس نے چندر گپت موریہ کو دے کر ہاتھیوں کی قطار لے لی۔ یہ جلیل القدر حکمران اور اس کا خاندان 322 قبل مسیح سے ساتویں عیسوی تک حکمران رہا۔

"The Indian king gave in exchange a comparatively small equivalent in the shape of five hundred elephants, which Seleukos needed for the wars with hisWestern enemies."

جو جو صوبے سیلوکس نے چندر گپت موریہ کے حوالے کئے تھے وہ یہ تھے۔

Paropanisadai جس کا دارالحکومت کابل تھا۔

Aria جس کا دارالحکومت ھرات تھا

Arachosia جس کا دارالحکومت قندھار تھا۔

علاوہ ازیں گیڈروسیا کا علاقہ بھی دیا گیا تھا جو آجکل بلوچستان کے نام سے معروف ہے۔ موریہ کا مذھب جین تھا۔

سکندر اعظم کے جانشینوں نے مقدونوی زبان کی جگہ یونانی کو دفتری اور سرکاری زبان بنا لیا۔ تجارت میں ملی جلی بولی استعمال ہوتی تھی۔ یہ جانشین بتدریج الگ الگ ریاستوں کے حکمران بن گئے۔ صرف یونانی ثقافت ان کو بیک دیگر وابستہ کئے ہوئی تھی۔ جسے اہل ایشیا پر مسلط کر دیا گیا تھا۔ سکندر نے مقدونیہ اور ایران کی تہذیب کو ملانے اور یکجا کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس سلسلے نے غیر محسوس طریق پر یونانی اور ایشیائی معاشرے کی حیثیت اختیار کرلی۔ یہی معاشرہ بعد ازاں یونانی دنیا کے نام سے موسوم ہوا۔ جن امراء کو مقدونیہ کے شاہی دربار میں مصاحبوں کا درجہ حاصل تھا وہ نئی مملکت میں بکھرے ہوئے تھے۔ وہ بتدریج قوی تر ہو کر اپنے آپ کو شاہ کا حلیف

---

(1) ونسنٹ سمتھ، آکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول، آکسفورڈ پریس طباعت دوم 1923ء، صفحہ [illegible] (مد)

خیال کرنے لگے۔ انہوں نے سپاہ گری کو پیشہ بنا لیا۔ چاندی کی ڈھالیں استعمال کرتے اور جو سپہ سالار انہیں زیادہ مشاہرہ دینے پر آمادگی کا اظہار کرتا اس کی خدمات میں مصروف ہو جاتے۔

جو اشخاص سکندر اعظم کی یاد قائم رکھنے کے خلوص دل سے خواہاں تھے۔ ان میں یہ تغیرات ناگزیر تھے۔ اصل تفرقہ اس خانہ جنگی سے پیدا ہوا جس کا آغاز مقدونیہ سے ہوا۔ اس کی ذمہ داری خود پرست اولمپیاس پر عائد ہوتی ہے۔ جس نے سکندر کے انتقال کے چھ سال بعد ارھی ڈائیس کو زہر دلا دیا۔ اس طرح رخسانہ کا بیٹا پوری قلمرو کا وارث رہ گیا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ اولمپیاس نے سکندر کے ان جانشینوں کو جو مشرق میں بیٹھے تھے اس امر پر آمادہ کر لیا تھا کہ باختری شہزادی اور اس کے نور چشم کو پیلا بھیج دیا جائے۔ پرڈکاس اور اینٹی پیٹر دونوں مرگئے۔ جب ایشیائے کوچک اور مقدونیہ کے مابین کھلم کھلا جنگ کا آغاز ہوگیا تو کیسنڈر نے جو سکندر اعظم کا مجسمے کو دیکھ کر کانپ اٹھتا تھا مقدونیہ کے شاہی خاندان کے خلاف اینٹی گونس کا ساتھ دیا۔ اس طرح اینٹی پیٹر ANTIPATER کے بیٹے کیسنڈر نے جو سکندر کا دشمن تھا مقدونیہ کے شاہی خاندان کی تباہی کا آغاز کیا۔

310 ق م میں کیسنڈر نے ملکہ اولمپیاس، رخسانہ اور سکندر اعظم کے بارہ سالہ بیٹے کو گرفتار کر لیا۔ اس نے بتیرے جتن کئے لیکن سپاہیوں میں سے کوئی بھی اولمپیاس رخسانہ یا اس کے بیٹے پر تیغ زنی کے لئے آمادہ نہ ہوا۔ انہوں نے کہا ہم اس شخص کی ماں، بیوی اور بیٹے کو کیسے قتل کر سکتے ہیں جسے ہم دیوتا خیال کرتے ہیں۔

کیسنڈر نے خود اولمپیاس، روشک اور سکندر کے بیٹے کے ہاتھ پاؤں باندھے اور ان کو ڈبو کر مار ڈالا۔ اس طرح فلپ اور سکندر کا آخری انسانی رشتہ ختم ہوگیا اور مقدونیہ کے سپہ سالار اپنے کاموں میں آزاد ہوگئے اور یوریشیا کی قلمرو کا والی وارث کوئی نہ تھا۔ چار برس بعد اینٹی گونس نے اپنے آپ کو سلطنت کا واحد وارث قرار دیا یہ توارث اس صورت میں عمل پذیر ہو سکتا تھا کہ مقدونوی فوج اس پر راضی ہو

جاتی۔ بعد کی خانہ جنگی کے باعث سکندر اعظم کی عالمگیر مملکت چار حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ مقدونیہ اور ایشیائے کوچک اینٹی گونس نے سنبھال لئے۔ مصر پر بطلیموس قابض اور مسلط ہو گیا۔ شام سے کوہ ہندو کش تک کا علاقہ سلیوکس کے زیر نگین آ گیا۔ سرحدی علاقے آج کل کی طرح آپس میں برسرپیکار رہتے تھے۔ آرمینیا نے آزادی حاصل کر لی۔ یہود نے فلسطین میں ایک آزاد سلطنت کی بنیاد ڈال دی۔ ان سب کے مابین اشتراکی رشتہ صرف ثقافت کا تھا لیکن یہ سیاسی تفرقہ بازی اور ہنگامی محاذ آرائیاں اس تنظیم و تحریک کا انسداد نہ کر سکیں جو درباروں سے باہر معرض وقوع میں آ چکی تھیں۔

☆ ☆ ☆

امریکہ رے امریکہ	طارق اسماعیل ساگر	۲۰۰/-
صیہونیت اور عالم اسلام	〃 〃 〃	۱۰۰/-
کورٹ مارشل	طارق اسماعیل ساگر	۱۵۰/-
آخری گناہ کی مہلت	طارق اسماعیل ساگر	۲۰۰/-
امیر تیمور گورگاں (اول دوئم)	الماس ایم اے	۳۰۰/-
نورجہاں	الماس ایم اے	۷۵/-
بغداد جلتا رہا	الماس ایم اے	۲۰۰/-
فاتح الرہا	الماس ایم اے	۲۰۰/-
جلتے سفینے	الماس ایم اے	۱۵۰/-
نواب حیدر علی	الماس ایم اے	۲۰۰/-
سلطان ٹیپو شہید	الماس ایم اے	۱۵۰/-
نورالدین زنگی	الماس ایم اے	۲۰۰/-
سلطان صلاح الدین ایوبی	الماس ایم اے	۳۰۰/-
خالد بن ولید	الماس ایم اے	۱۵۰/-

حسن بن صباح

اگرچہ حسن بن صباح ایک انتہائی ذہین انسان تھا لیکن اس نے اپنی ذہانت کو تخریبی کاموں میں صرف کیا۔ خصوصاً" مسلمانوں کے بڑے بڑے علما' فضلا' وزرا یہاں تک کہ اکثر حکمران بھی اس کے بھیجے ہوئی فدائی خنجر کے شکار ہوئے۔

حشیش کے بادشاہ کی دلچسپ اور خوفناک کہانی۔ زیر طبع الماس ایم۔ اے

قلوپطرہ

زبان و بیان کی تمام تر خوبصورتی سے آراستہ و پیراستہ ایک نہایت خوبصورت ناول جسے آپ کے جانے پہچانے ناول نگار الماس (ایم۔ اے) نے آپ کے لیے لکھا۔

جناب ایم اشرف ایم اے کی شاہکار کتب

شاہ فاروق حاکم مصر	ایم اشرف ایم اے	50/-
شاہ فیصل شہید	ایم اشرف ایم اے	50/-
ہٹلر کی حیات معاشقہ	ایم اشرف ایم اے	60/-
مہاراجہ رنجیت سنگھ اور ان کی عیاشیاں	ایم اشرف ایم اے	75/-
سکندر اعظم	ایم اشرف ایم اے	90/-

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور

مہاراجہ رنجیت سنگھ اور ان کی عیاشیاں

مرتبہ پروفیسر ایم اشرف ایم اے

فاضل مصنف نے انگریزی جرمن فارسی کی متعدد کتابوں کے مطالعہ کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ کو قلم بند کیا ہے اور تاریخ و حقائق کی روشنی میں کافی معلومات فراہم کی ہیں۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ جنہوں نے اپنے نڈر پن و بے باکی اور جسارت کے باعث اپنی سلطنت کو بے پناہ وسعت دی۔

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور

گھر بیٹھے بغیر استاد کی مدد کے غیر ملکی زبانیں سیکھئے۔

عربی اردو بول چال	پروفیسر غلام احمد حریری ایم اے	۱۰/-
جدید عربی اردو بول چال	پروفیسر غلام احمد حریری ایم اے	۲۵/-
معجم الاشرف فارسی عربی اردو	پروفیسر محمد اشرف	۵۰/-
انگلش اردو ریڈر	پروفیسر عبدالرؤف انجم ایم اے	۵۰/-
فرنچ اردو ڈکشنری	پروفیسر عبدالرؤف انجم ایم اے	۶۰/-
فارسی اردو بول چال	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۲۰/-
ڈچ اردو ریڈر	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۶۰/-
اطالوی اردو ریڈر	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۵۰/-
ہسپانوی اردو ریڈر	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۳۰/-
جرمن اردو ریڈر	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۵۰/-
فرنچ اردو ریڈر	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۵۰/-
ٹرکش اردو ریڈر	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۵۰/-
پشتو اردو بول چال	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۵۰/-
پرتگالی اردو ریڈر	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۲۵/-
جرمن اردو ڈکشنری	پروفیسر پولی گلوٹ ایم اے	۵۰/-
جاپانی اردو بول چال	پروفیسر محمد امین ایم اے	۵۰/-
جاپانی اردو ڈکشنری۔	پروفیسر محمد امین ایم اے	۵۰/-
اشرف اللغات اردو فارسی۔ عربی	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۵۰/-
سوئڈش اردو ریڈر	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۵۰/-
جا تیز اردو ریڈر	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۷۵/-
خود آموز فارسی	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۶۵/-
سندھی اردو بول چال	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۰/-
جرمن فریز بک	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	75/
ڈچ اردو ڈکشنری	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	90/
ڈینونارڈیجن ریڈر	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	75/

ان کتب کی مدد سے آپ گھر بیٹھے چند ہفتوں میں یہ زبانیں سیکھ سکتے ہیں۔